May-2017

مئی ۲۰۱۷ء

اہل سنت وجماعت کا ترجمان

ماہنامہ

پیغام شریعت دہلی

ستاروں سے آگے
جہاں اور بھی ہیں

ناسا نے زندگی کی تلاش میں
سات سیاروں کی ایک نئی دنیا دریافت کرلی

کفر کا محور اصلی

ساری گمراہیوں کی بنیاد سات ابلیسی شبہات اور ان کا ازالہ

شریعت اپیلی کیشن ایکٹ

ماہ شعبان اور شب برات کی فضیلت

آداب اختلاف فقہا

ہندوستان میں فقہ حنفی کی اشاعت

₹15/-

فہرست مضامین

﴿نوٹ﴾

مندرجات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔

کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی صرف دہلی کی عدالت میں قابل سماعت ہوگی۔

اداریــہ

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ناسا نے زندگی کی تلاش میں سات سیاروں کی ایک نئی دنیا دریافت کرلی

تحریر: فیضان المصطفیٰ قادری

ہم نے اس بار ملکی اور عالمی سیاسی حالات سے تنگ آ کر ذرا مختلف موضوع کا انتخاب کیا ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ کوئی اہم واقعہ ہوتا ہے جس پر لکھنے کا مزاج بنتا ہے اتنے میں دوسرا کوئی بڑا حادثہ ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے پہلا بنابنایا مزاج بگڑ جاتا ہے، کبھی کبھی ادارتی صفحات پر ثبت کی گئی تحریر قارئین تک پہنچتے پہنچتے قصۂ پارینہ بن چکی ہوتی ہے اور قوم کی توجہات کے لیے تازہ مسائل کھڑے ہو چکے ہوتے ہیں۔ مثلاً اترپردیش اسمبلی انتخابات میں بی جے پی کی شاندار فتح تو ایک خبر تھی لیکن اس پر یوگی کے ہاتھوں قلم دان وزارت تفویض کیا جانا کسی دھماکے سے کم نہ تھا۔ ہم نے سوچا ہی تھا کہ اس تاج پوشی پر چند حرفی عرض کریں اتنے میں شام کے بشارالاسد کی طرف سے اپنے ہی شہریوں پر کیمیکل حملے کی خبر آ گئی، پھر تو عالی جناب ٹرمپ مآب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور بشارالاسد کی تنصیبات پر میزائلوں کی بارش کردی جس کے نتیجے میں روس اور امریکہ کی نئی نویلی محبت کو بھی سانپ سونگھ گیا، اس پر بھی کچھ صفحات سیاہ کیے جاسکتے تھے۔ وطن عزیز میں انتہا پسند ہندوؤں کے بڑھتے ہوئے حوصلے اور مسلمانوں کا موہوم سا خوف، اور اس پر مستزاد ہندو مسلم کشیدگی کو ہوا دینے والی بے بنیاد خبروں کا سوشل میڈیا پر وائرل ہونا یہ سب ایسی باتیں نہیں جنھیں نظرانداز کردیا جائے۔ مگر اس بار جی چاہا کہ تھوڑی دیر کے لیے اپنے قارئین کو اس خوف و دہشت کے ماحول سے نکال کر ذرا ٹھنڈے ماحول میں فلکیات کی سیر کرائیں۔

بات کرۂ ارض کے برابر سات ایسے سیاروں کے دریافت کی ہے جہاں زندگی کے امکانات موجود ہیں۔ قدیم زمانے میں اڑن کھٹولوں کی کہانیاں ہوں یا اب ایلینز (Aliens) کا مفروضہ، ایسی باتوں کو بنیاد بنا کر کچھ لوگ زمین چھوڑ آسمانی مخلوق کی تلاش ہیں جو کسی اور سیارے پر بستی ہو، یا کوئی ایسا غیر آباد سیارہ ہی مل جائے جہاں رواں دواں زندگی گزاری جاسکے۔

گزشتہ ۲۲ رفروری ۲۰۱۷ کو ناسا نے اپنے واشنگٹن ہیڈکوارٹر سے اعلان کیا کہ اس نے زمین کی سائز کے سات نئے سیاروں پر مشتمل ایک نئی دنیا دریافت کرلی ہے۔ یہ نظام ہمارے نظام شمسی سے کافی ملتا جلتا ہے۔ اس نظام کا نام TRAPPIST-1 دیا گیا ہے۔ گزشتہ سال چیلی میں ٹریپسٹ ٹیلی اسکوپ نے یہ ستارہ اور اس کے گرد دو سیارے دریافت کیے تھے۔ لیکن خلا میں کام کررہے دوسرے تحقیقاتی مشن اسپائزر نے ان کے گرد گردش کرتے ہوئے پانچ مزید سیاروں کو دریافت کیا، جس کے بعد TRAPPIST-1 کے نظام میں ایک مرکزی ستارے کے گرد گردش کرنے والے سیاروں کی تعداد سات ہوگئی ہے۔

ان سائنس دانوں کے مطابق یہ نیا نظام ہماری زمین سے چالیس نوری سال کی دوری پر واقع ہے۔ اس دوری کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ روشنی اپنی رفتار سے سفر کرتے ہوئے ایک سال میں جہاں تک پہنچے وہ دوری ایک نوری سال کی ہوتی ہے، اور روشنی 1,86,282

میل فی سکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے، جس کے مطابق سورج کی روشنی کو زمین تک پہنچنے میں 8 منٹ 17 سکنڈ لگتے ہیں۔ اگر اسی رفتار سے کوئی کرۂ ارض کے گرد Equator یعنی خط استوا پر چکر لگائے تو ایک سکنڈ میں پورے کرۂ ارض کے گرد ساڑھے سات بار چکر لگا لے گا۔ اس اعتبار سے چالیس نوری سال کا فاصلہ یا دوسرے لفظوں میں ان نئے سیاروں کا فاصلہ زمین سے 235 ٹریلین میل کا ہوا۔ نہیں معلوم وہ کون سی تکنیک ہے جس سے سائنس داں اس دوری کا خاطر خواہ اندازہ لگاتے ہیں۔ روشنی کی رفتار تو یوں بھی معلوم کی جاسکتی ہے کہ ایک خاص دوری پر بڑا سا آئینہ رکھ کر اس پر ٹارچ کی روشنی ڈالی جائے جو منعکس ہو کر پلٹے گی ان دونوں کا فرق کسی ڈیجیٹل ڈیوائس سے ریکارڈ کیا جاسکتا ہے۔

بہر کیف، اس دریافت سے اُن سائنس دانوں کے حوصلوں کو بڑی توانائی ملی ہے جو زمین کے علاوہ کسی ایسی دنیا کی تلاش میں سرگرداں ہیں جہاں زندگی کے امکانات ہوں۔ کیوں کہ انھیں ان تمام سیاروں پر پانی کے امکانات ملے ہیں، خصوصاً پہلے تین سیاروں پر تو اس کے قوی امکانات ہیں۔

ایک زمانے سے سائنس داں اس سوال کو حل کرنے کی کوشش میں ہیں کہ کیا ہم اس وسیع و عریض کائنات میں تنہا ہیں؟ اور اس طرح کی تحقیقات کے نتیجے میں ہزاروں سیارے دریافت کیے جاچکے ہیں۔ ہمارے نظام شمسی کے علاوہ دیگر ایسے سیارے جو کسی ستارے کے گرد محو خرام ہیں انھیں Exoplanet کہتے ہیں۔ 1988 سے مارچ 2016 تک ایسے 2098 سیارے دریافت کیے جاچکے ہیں، جو 1382 نظام سیارگان پر مشتمل ہیں۔ لیکن ہمارے نظام شمسی سے ہٹ کر کسی ایک نظام میں بیک وقت اتنی تعداد میں سیارے پہلی بار برآمد ہوئے ہیں، خصوصا اس لحاظ سے کہ یہ سب Habitable-Zone میں واقع ہیں، یعنی جہاں حیاتیات کے امکانات ہوسکتے ہیں۔ جس خلائی مشن سے ان کی معلومات لی گئی ہیں اس کے کیمروں میں ریکارڈ ڈیٹا کی مدد سے ماہرین نے ان سیاروں کی سائز معلوم کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ ان کے مطابق یہ تقریباً زمین کی سائز کے ہیں، سب پتھریلے ہیں، اور ممکن ہے کہ ساتواں برف کا مجموعہ ہو۔ مائیکل گیلان کے مطابق یہ زمین کی سائز کے سات عجوبے اولین دریافت ہیں۔

اس نظام کو TRAPPIST نام اس لیے دیا گیا کہ بنیادی طور پر یہ اس خاص طریقے کا نام ہے جس کے ذریعہ ایسے دور دراز مقامات پر کسی ستارے کے گرد گردش کرنے والے سیارے دریافت کیے جاسکیں۔ جو Transiting Planets and Planetesimals Small Telescope (TRAPPIST) کا نام ہے۔ یعنی نظر نہ آنے والا سیارہ جب کسی روشن ستارے کو قطع کرتے ہوئے گزرے تو اس کے تقاطع کے سبب ستارے کی مدھم ہوتی ہوئی روشنی سے اس کو ریکارڈ کرنا۔

اس طریقۂ تحقیق کو اپنے تمام تر آلات کے ساتھ TRAPPIST کہا گیا اور اس کی مدد سے جو نیا نظام شمسی دریافت ہوا ہے اس کو اسی مناسبت سے TRAPPIST-1 کا نام دیا گیا۔ اس تحقیق کو آگے بڑھاتے ہوئے Spitzer Space Telescope نے پانچ دوسرے سیارے بھی دریافت کیے۔ Spitzer کے ذریعہ جو معلومات ریکارڈ کی گئی ہیں ان کے مطابق ٹراپسٹ ون کا مرکزی ستارہ ہمارے سورج کے برعکس سرد ہے۔ اور اس کے گرد گردش کرنے والے ساتوں سیاروں کا مدار نسبتاً بہت قریب ہے۔ نیز سائنس دانوں نے یہ بھی معلوم کیا کہ یہ سیارے اپنے ستارے کے گرد تو گردش کرتے ہیں لیکن خود اپنے محور پر ذاتی چال نہیں رکھتے جیسا کہ ہمارے نظام شمسی کے سیاروں کا حال ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان سیاروں کا جو حصہ مرکزی روشن ستارے کے مقابل ہے وہ اس سے بے رخی نہیں کرسکتا، جس کے سبب وہاں دن اور رات کا فرق نہیں ہوتا، یعنی ہر کرے کا جو نصف حصہ ستارے کے مقابل ہے وہاں نہ ختم ہونے والا دن ہوتا ہے اور اس کے سمت مخالف کی قسمت میں تاریکی ہی تاریکی ہے۔

اس طرح کے بہت سارے ستارے ہماری کہکشاں میں نظر آتے ہیں لیکن Gillon نے اس ایک کا تفصیلی مطالعہ کرنے کا فیصلہ کیا، جس کے نتیجے میں یہ معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ اور اگلے دس سالوں میں سائنس دانوں کو یہ معلوم کرنا ہے کہ ان ساتوں کے درجہائے حرارت کیا ہیں اور کیا واقعۃً یہاں پانی ہے یا نہیں؟۔ اور زندگی کی علامت ہے یا نہیں؟ گو ان لوگوں کے اعتبار سے چالیس نوری سال کوئی بہت بڑی بات نہیں، لیکن ان سیاروں تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کئی ملین سال لگ جائیں گے۔

جو لوگ سیاروں پر انسانی زندگی کی تلاش میں ہیں نہیں معلوم وہ کب اور کس حد تک اس مقصد میں کامیاب ہو سکیں گے؟ ہم نے ایک بار اپنے شیخ حضور محدث کبیر مدظلہ العالی سے تذکرۃً پوچھ لیا کہ اس زمین کے سوا کہیں اور انسانی زندگی کے امکانات کیا ہو سکتے ہیں؟ آپ نے سورہ بقرہ کی آیت تلاوت فرمائی: **ولكم في الأرض مستقر ومتاع الى حين** ۔یعنی تمہارے لیے زمین ہی پر ایک خاص تک وقت ٹھہرنا اور برتنا ہے۔ اس آیت کریمہ کی اپنی ہیئت ترکیبی سے انسانی زندگی کا اسی کرہ ارض تک منحصر ہونے کا مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے، جس کے بعد کہیں اور زندگی کی تلاش کی پوری مہم ایک کارعبث اور وقت کا ضیاع محسوس ہوتا ہے۔ تاہم جن خلانوردوں نے سیاروں اور ستاروں کو ہی اپنے فکر وفن کی جولان گاہ بنا رکھا ہے وہ اپنا سفر جاری رکھیں تو مستقبل میں بہت سارے عقدے کھلنے والے ہیں، چنانچہ اس پوری داستان کا آخری حصہ ہم نے شوق سے پڑھا کہ TRAPPIST-1 ہمارے نظام شمسی کے تباہ ہونے کے بعد بھی پورے آب وتاب کے ساتھ سرگرم رہے گا، اور اگلے کروڑوں سال کے لیے زندہ رہے گا۔ گیلن نے کہا کہ ہماری دنیا کے خاتمے کے بعد اگر کائنات میں کوئی اور دنیا زندگی رواں دواں کرنے کے لیے ہوگی تو ہو سکتا ہے کہ وہ اسی ستارے کی دنیا ہو۔ ہمارے لیے اس واقعہ کا یہی مقام مقام غور وفکر ہے۔

☆☆☆

ضیاء قرآن **قسط دوم**

قوموں کے عروج وزوال کی بنیادیں
قرآن مجید کی روشنی میں

تحریر: محمد احسان شمسی مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ)

وہ اخلاق جن پر کسی قوم کے عروج وارتقا اور سالمیت وبقا کا مدار ہے، ان کا شمار واحاطہ بہت مشکل ہے۔ قرآن کریم میں جابجا ان اخلاق کا ذکر آیا ہے۔ ان سب کا حصر اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں، اس لیے ہم قرآن کریم کی ایک ایسے سورہ کا انتخاب کرتے ہیں، جو مختصر ہے، مگر ان تمام اخلاق کو جامع ہے۔ وہ ''سورۃ العصر'' کے نام سے موسوم ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

﴿وَالْعَصْرِ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (سورۃ العصر: آیت ۱،۲،۳)

زمانہ کی قسم! بے شک انسان ضرور نقصان میں ہے، سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر (مشکلات میں ثابت قدم رہنے) کی نصیحت کی۔

اس سورہ کے اندر چار ایسے اصول ذکر کیے گئے ہیں، جو کسی قوم کے عروج وارتقا کے ضامن ہیں، دنیا کی جو قوم ان اصولوں پر ٹھیک ٹھیک پوری اترتی ہے، اسے زوال نہیں ہوتا اور جیسے جیسے ان سے دور ہوتی جاتی ہے، اس کا زوال ہوتا جاتا ہے۔ وہ اصول مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ایمان (۲) عمل صالح (۳) تواصی بالحق (۴) تواصی بالصبر

ان کی تعبیر یوں کی جاسکتی ہے:

(۱) وہ نظریات جن پر قوم کی بنیاد رکھی گئی ہو یا قوم کی تنظیم ہوئی ہو، ان کا جماعت کے تمام افراد کی رگ رگ میں سمایا ہونا اور ان کی زندگی پر ان کی چھاپ کا پایا جانا ازبس ضروری ہے۔

(۲) ان نظریات کو بروئے کار لانے کے لیے جن جن تدبیروں اور صلاحیتوں کی ضرورت پڑے اور جس جس قسم کی اطاعت وفرمانبرداری کا مطالبہ کیا جائے، اس کے لیے قوم کے افراد ذاتی مفاد کو نظر انداز کر کے ہر طرح کی قربانی پیش کرنے کے لیے تیار رہیں۔

(۳) قوم کا ہر ہر فرد قولی وعملی طور پر ان نظریات کا مبلغ ہو اور ایک دوسرے کی نگہداشت اور تعلیم وتربیت کو اپنی ذمہ داری تصور کرے۔

(۴) قوم کے افراد عزم واستقلال کے ساتھ مصائب ومشکلات میں ثابت قدم رہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو اس کی تلقین کرتے رہیں۔

یہ چار ایسے اصول ہیں، جنہیں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ جتنے بھی اخلاق ہیں، سب ان کی فرع ہیں۔ آپ غور کریں تو ان میں سے کسی نہ کسی ایک کے ضمن میں انہیں ضرور پا جائیں گے۔ اب ہم ذیل میں عروج کے ان بنیادی اصولوں پر قدرے روشنی ڈالنا چاہیں گے۔

اصل اول: ایمان

ایمان، علم وعقیدہ اور معرفت ومحبت کے حسین امتزاج سے

قلب وذہن کی ایک خاص کیفیت کا نام ہے۔ یہ خاص کیفیت قلب وذہن میں اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب انسان اپنی خواہش، اپنی مرضی حتی کہ اپنی ذات کو اس مالک ومولیٰ کی مرضی اور ارادہ پر چھوڑ دیتا ہے، جس پر وہ ایمان لایا ہے۔ اس درجے پر پہنچنے کے بعد انسان کا شیشہ دل دوسرے تمام خیالات کی گرد وغبار سے پاک وصاف ہو جاتا ہے اور تمام اعمال وافعال کا محور ومرجع وہی ذات بن جاتی ہے، جس کی رضا جوئی پر اپنی شخصیت اور مرضی فنا کی ہے۔

ایمان کی اس حقیقت کو ان دو آیتوں میں بیان کیا گیا ہے:

﴿قُلْ اِنْ کَانَ آبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ﴾ (سورۃ التوبہ: آیت۲۴)

اے محبوب! ایمان والوں سے یہ بات کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہاری برادری، تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے، تمہاری تجارت جس کے مندا پڑ جانے کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے رہنے کے پسندیدہ مکانات (یہ ساری چیزیں) تمہیں اللہ سے، اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو اللہ کے حکم کا انتظار کرو، اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْداً عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ (سورۃ التوبہ: آیت۱۱۱)

بلاشبہ اللہ نے مومنوں سے اس قیمت پر ان کی جانیں بھی خرید لی ہیں اور ان کا مال بھی کہ ان کے لیے بہشت کی جاودانی زندگی ہے، چنانچہ (وہ کسی دنیاوی مقصد پر نہیں بلکہ) اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ اس جنگ میں وہ مرتے بھی ہیں اور مارتے بھی ہیں۔ یہ وعدہ اللہ کے ذمہ ہو چکا ہے اور توریت، انجیل وقرآن تینوں کتابوں میں یکساں طور پر اس کا اعلان ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے، پس مومنو! تمہیں اس سودے پر خوشیاں منانی چاہیے، کیوں کہ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

ایمان، جان ومال کا سودا ہوتا ہے۔ نہ جان اپنی رہ جاتی ہے، نہ مال اپنا رہتا ہے۔ مومن جان ومال اللہ کے حوالے کر کے اس کی قیمت وصول کرتا ہے۔ ان دونوں آیتوں میں زندگی کا عجیب وغریب فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ طرز تعبیر ہی نہایت دوررس نتائج کا حامل ہے۔ اب آپ غور کریں کہ دنیا کی کوئی قوم یہ فلسفہ اپنا لے تو ذلیل وخوار اور ہلاک وبرباد کیسے ہو سکتی ہے؟

ایمان مرکزیت، اطاعت اور اتحاد تنظیم کا مقتضی ہے۔ ایمان کے لیے ان تین بنیادی عنصر کا پایا جانا لازمی ہے۔ تنظیم کی جان وحدت فکر ہے، جب تک افراد قوم کے خیالات وعقائد اور احساسات میں اتحاد نہ ہو، سب کے اندر قائد کی اطاعت اور اس کی مرکزیت تسلیم کرنے کا یکساں جذبہ نہ ہو، اس وقت تک کوئی تنظیم صحیح معنوں میں نتیجہ خیز اور بارآور نہیں بن سکتی۔ اس لیے اہل ایمان کو اللہ نے حکم دیا:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (سورہ آل عمران: آیت۱۰۳)

سب مل جل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہونا۔

﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ (سورۃ النساء: آیت۶۵)

آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک حقیقی مومن نہیں ہو سکتے ہیں، جب تک اپنے تمام جھگڑوں اور قضیوں میں آپ کو حاکم نہ بنائیں حتیٰ کہ ان کے دل کی ایسی حالت ہو جائے کہ جو کچھ آپ فیصلہ کر دیں، اس کے خلاف کسی طرح کی کھٹک نہ محسوس کریں اور جس طرح کسی بات کا ٹھیک تسلیم کر لینا ہوتا ہے، اسی طرح تسلیم نہ کر لیں۔

ماہر نفسیات نے اعلیٰ قسم کی تنظیم کے لیے درج ذیل باتیں ضروری قرار دی ہیں:

(۱) قوم کے افراد آپس میں اور اپنے قائد کے ساتھ دل وجان سے عاشق ہوں۔

(۲) اجتماعی مقصد کو اپنا عین مقصد سمجھتے ہوں۔

(۳) ایک دوسرے کی مراعات اور پاسداری کو فرض عین جانتے ہوں۔

جس تنظیم میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں گی ان کے نزدیک وہ اخلاقی ماہیت کو ترقی دیے اور غلبہ دیے بغیر نہیں رہ سکتی ہے۔ دراصل یہ اصول ماہرین نفسیات نے صحابہ کرام کی ایمانی زندگی سے اخذ کیے ہیں۔ جس عمدگی اور خوبی کے ساتھ یہ اصول صحابہ کرام کی زندگی میں پائے جاتے ہیں، تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اسی لیے تو ان کا عہد، اسلام کا عہد زریں ہے اور خیر القرون کہلاتا ہے۔

اصل دوم: عمل صالح

عروج وارتقا کا دوسرا بنیادی اصول ''عمل صالح'' ہے۔ ایمان کے مقتضیات کو بروئے کار لانے کے لیے سرتاپا عمل بننا نہایت ضروری ہے۔ قرآن کریم میں بکثرت ''اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ'' آیا ہے۔ ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ہم ذیل میں چند ایسے اعمال صالحہ کا ذکر کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں، جن کے بغیر ایمان پختہ نہیں ہوسکتا اور ان کو اپنائے بغیر عروج وارتقا کا تصور نہیں کیا جا سکتا:

(۱) معاملات صلح وصفائی کے ساتھ درست رکھنا (۲) زندگی کے ہر گوشے میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں سرگرمی دکھانا (۳) زندگی کے نشیب وفراز میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے نہ ڈرنا (۴) نماز میں خشوع وخضوع قائم رکھنا (۵) عملی باتوں اور لغو حرکتوں سے الگ رہنا (۶) زکوۃ کی ادائیگی میں سرگرم رہنا (۷) ستروں کی حفاظت کرنا (۸) امانتوں اور عہدوں کا پاس ولحاظ رکھنا (۹) آخرت پر یقین رکھنا (۱۰) ندامت اور عزم واستقلال کے ساتھ توبہ کرنا (۱۱) زندگی میں عابدانہ شان نمایاں ہونا (۱۲) علم اور حق کی معرفت اور جہاد کے لیے سیر وسیاحت کرنا (۱۳) نیکی کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا (۱۴) حقوق وفرائض کی نگہداشت کرنا (۱۵) شدت ومصیبت کے وقت صبر وتحمل سے کام لینا (۱۶) قول وعمل میں سچا اور پکا ہونا (۱۷) رات کے آخری حصہ میں اللہ کے حضور کھڑے ہونا اور مغفرت طلب کرنا (۱۸) خوش حالی وتنگدستی ہر حال میں اللہ کے لیے خرچ کرنا (۱۹) غصہ کی حالت میں بے قابو نہ ہونا (۲۰) قصور معاف کر دینا (۲۱) آپس میں نرم رہنا اور دشمنوں کے مقابلے میں سخت رہنا (۲۲) اللہ کی راہ میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کرنا اور جان تک لڑا دینا (۲۳) برائی کا مقابلہ بھلائی سے کرنا (۲۴) یا برابر سرابر بدلہ لینا، حد سے آگے نہ بڑھنا (۲۵) قول اور عمل سے جھوٹی شہادت نہ دینا (۲۶) لغو باتوں سے شریفوں کی طرح گزر جانا (۲۷) بدی کا ارتکاب نہ کرنا (۲۸) بے حیائی کی باتوں سے الگ رہنا (۲۹) نیکی اور بھلائی کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا (۳۰) ناپ تول میں کمی نہ کرنا (۳۱) معاملات باہمی مشورہ سے طے کرنا (۳۲) تمام معاملات میں ایمان کی روح سرایت کی ہوئی ہونا۔

یہ سارے کے سارے خصائل وعادات قرآن کریم کی آیات بینات سے ماخوذ ہیں۔ خوف طوالت نہ ہوتا تو ان آیات کو بھی ذکر کر دیا جاتا، جو ان اخلاق حسنہ کا سرچشمہ ہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ قرآن حکیم نے جس حقیقت کو عمل صالح سے تعبیر کیا ہے، اس سے محض چند ظاہری مراسم واعمال اور چند رواجی نیکیاں مراد نہیں ہیں، جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے، بلکہ اس کا مفہوم اخلاقیت اور مادیت کے ہر شعبہ کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، البتہ پہلے کی حیثیت بنیادی ہے، کیوں کہ اس کے بغیر نہ صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے اور نہ عالمی تصرفات مفید عام بنتے ہیں، اسی بنا پر قرآن حکیم میں اسی کی زیادہ تر تفصیلات ملتی ہیں۔ رہی دوسری قسم (مادیت) تو مرکز اور بنیاد کے تعین کے بعد زمانہ کی مناسبت سے عقل اور تجربہ خود بہ خود اسے آگے بڑھاتا رہتا ہے۔ اس لیے نہ اور کسی تجربہ کی ضرورت ہے اور نہ کسی بیان میں اس کو سمیٹا جا سکتا ہے۔

’’**وعملوا الصلحت**‘‘ میں ’’اعمال صالحہ‘‘ سے اخلاقی ومادی دونوں قسموں کے اعمال مراد لیے جانے کے لیے امام بیضاوی نے ’’صلاح‘‘ و’’فساد‘‘ کی جو توضیح کی ہے، وہ استدلال کے لیے کافی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

’’**والفساد خروج الشیء من الاعتدال والصلاح ضده وکلاهما یعمان کل ضار ونافع**‘‘.

فساد کی حقیقت کسی شے کا حد اعتدال سے نکل جانا اور صلاح اس کی ضد ہے۔ یہ دونوں بالترتیب ہر نقصان دہ اور نفع بخش چیزوں کو عام ہیں۔

عمل صالح کے اس مفہوم کو قرآن کریم کی درج ذیل آیت کریمہ کی اس تفسیر سے بھی اخذ کیا جا سکتا ہے، جو بعض مفسرین نے بیان کی ہے:

﴿**وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا**﴾ (سورۃ الاعراف: آیت ۵۶)

زمین کی اصلاح کے بعد اس میں فساد نہ پھیلاؤ۔

اس آیت کریمہ کی رو سے عقائد حقہ میں کجی، احکام شرعی میں اپنی اغراض کے لیے تحریف، غیر اسلامی اخلاق وعادات کو اپنانا، اسلامی تہذیب وتمدن کو چھوڑ کر غیر اسلامی تہذیب اور ملحدانہ تمدن کو اختیار کرنا، یہ سب ممنوع ہیں۔ اسی طرح چشموں کو بند کرنا، نہروں کو توڑ پھوڑ دینا، باغات کو اکھاڑ دینا، کھیتوں کو اجاڑ دینا، کارخانوں کو برباد کر دینا، تجارت وصنعت میں دھوکہ بازی کرنا، حکومت وقت کے خلاف بلا وجہ سازشیں رچنا، غرضیکہ ہر قسم کی تخریبی کاروائی جس سے ملک کی معاشی اور اقتصادی خوش حالی متاثر ہو یا اس کے سیاسی استحکام کو نقصان پہنچے، ممنوع ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں اخلاقیت اور مادیت دونوں سے متعلق اصلاح مراد ہے اور یہ دونوں قسمیں فساد فی الارض کے عنوان کے تحت مندرج ہیں۔ چنانچہ امام قرطبی لکھتے ہیں:

”**وهو انه سبحانه نهیٰ عن کل فساد قل او کثر فهو علی العموم علی الصحیح من الاقوال وقال الضحاک معناه لا تعوروا الماء المعین ولا تقطعوا الشجر ضرارا**“.

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ہر قلیل وکثیر فساد سے منع فرمایا ہے۔ صحیح قول کے مطابق یہاں ’’فساد‘‘ کی عمومیت ملحوظ ہے۔ اور ضحاک نے کہا کہ اس کا معنٰی ہے کہ بہتے چشمے کو بند نہ کرو اور نقصان پہنچانے کے لیے درخت نہ کاٹو۔

مذکورہ بالا تصریحات سے دو باتیں معلوم ہوئی:

(۱) صالح کا مفہوم عام ہے، موقع کی مناسبت سے اس کا تعین ہوتا ہے۔

(۲) اخلاقیت ومادیت دونوں قسموں کی اصلاح کے لیے اس کا استعمال ہوتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ قیام وبقا، عروج وارتقا کے سلسلہ میں عمل صالح سے مراد (۱) سیرت کی تشکیل اور (۲) عالمی تصرفات دونوں ہیں۔

حضور اقدس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہمارے لیے مکمل نمونہ عمل ہے۔ آپ نے اپنے معتقدین کی سیرت کی تشکیل کے ساتھ زمانہ کے مطابق عالمی تصرفات کے سلسلے میں حسب ذیل انتظامات کیے تھے۔

(۱) تعلیم پر کافی زور دیا اور اسے عام کرنے کے لیے مختلف انتظامات کیے۔

(۲) مختلف علوم وفنون سیکھنے کی تاکید فرمائی حتی کہ نشانہ بازی، شہسواری، تیراکی اور تلوار چلانا اور فنون حرب سکھایا۔

(۳) نوجوانوں کی تربیت اور ان کی حوصلہ افزائی کو بہت اہمیت دی۔

(۴) معاشی تنظیم کی طرف بھی خاصی توجہ دی، اس لیے مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔

(۵) مردوں کے ساتھ عورتوں کی تعلیم پر بھی زور دیا۔

یوں بھی یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ چنا ہے۔ ظاہر ہے، کارخانے کا مالک کسی نا قابل شخص کو کارخانے کا انتظام سپرد نہیں کرتا اور یہ بھی پوشیدہ نہیں کہ

زمین کی خلافت کتنی اہم ذمہ داری ہے اور اس کے لیے کیسی اخلاقی و مادی صلاحیتوں کی ضرورت ہے تو زمین کی حکومت وخلافت کے سلسلے میں ضرور ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

کوئی یہ کہہ کر چون و چرا نہ کرنے لگے کہ عالمی تصرفات یا مادیت تو سیاست ہے، اس لیے یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ سیاست اپنے حقیقی مفہوم میں دین و مذہب سے الگ اور دنیا داری نہیں۔ اسلام کے قانون کی رو سے ہر وہ شے دنیا ہے، جو حق سے روک دے اور ہر وہ شے دین ہے، جو حق پر جما دے۔

اصل سوم: تواصی بالحق

تیسرا بنیادی اصول آپس میں ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرنا ہے۔ امام عبداللہ نسفی نے آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

"وتواصوابالحق ای بالامر الثابت لایسوغ انکاره وهو الخير كله من توحيد الله وطاعته واتباع كتبه ورسله".

حق یعنی اس امر ثابت کی وصیت کرو کہ کسی صورت میں اس کا انکار سہل نہ ہو، اس میں ہر قسم کی خیر وفلاح داخل ہے۔ اللہ کی توحید، اس کی اطاعت، اس کے رسولوں اور کتابوں کا اتباع وغیرہ۔

قاضی بیضاوی نے عام مفہوم مراد لیا ہے:

''يعم الاعيان الثابتة والافعال الصائبة والاقوال الصادقة".

وہ حقائق جو مسلم ہوں، وہ افعال جو درست ہوں، وہ اقوال جو روح صداقت سے معمور ہوں، سب اس میں داخل ہیں۔

اب آیت کریمہ کا مطلب ہوگا کہ لوگ دوسروں کو بھی دین و مذہب اور قومی وسماجی امور کی تلقین کرتے رہیں۔ اللہ کی اطاعت وعبادت، اس کی توحید اور رسول کی رسالت پر ایمان اور اس کے اتباع کا حکم دینے کے ساتھ، لوگوں کے ساتھ ان کی زندگی کی فلاح و بہبود سے متعلق باتوں میں بھی خیر خواہی کرتے رہیں۔ گویا جماعت کا ہر فرد دوسروں کے لیے یہ سمجھے کہ وہ ان کا ذمہ دار اور نگراں بنا دیا گیا ہے۔ ان کی نگرانی اور دیکھ بھال اس کا فرض منصبی ہے۔ اگر کوئی شخص دین کے خلاف یا قوم کے مفاد و مصلحت سے ہٹ کر کوئی کام کر رہا ہو تو اس کی ذمہ داری ہے کہ اسے اس کام سے باز رکھے، تا کہ اس کی وجہ سے فتنہ وفساد رونما نہ ہو۔ لوگوں کی دینی وقومی زندگی میں کسی قسم کا کو

حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کے اسی فرض منصبی کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

''تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا نگہبان ہے، پس ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، ملک کا سربراہ اپنی رعایا کا نگہبان ہے، اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا، گھر کا سربراہ اپنے گھر والوں کا محافظ ہے، اس سے ان کے متعلق سوال کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگہبان ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا، نوکر اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے، اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا ﴿**كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته**﴾ تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا نگراں ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا۔

ایک بار فرمایا۔ ''فرض کرو کہ ایک بحری جہاز ہے، جس کے اوپر، نیچے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور سب کی ضرورت کا سامان پانی وغیرہ جہاز کے بالائی حصہ پر رکھا ہوا ہے، نچلے حصے کے لوگ پانی کے لیے اوپر آتے ہیں، اگر اوپر والے جذبہ اشتراک کے تحت پانی دے دیتے ہیں تو سب کا کام اطمینان سے چلتا رہتا ہے اور کوئی ناخوشگوار واقعہ نہیں پیش آتا، لیکن اگر یہ اس بنا پر پانی دینے سے انکار کرتے ہیں کہ ان کے آنے سے معمولی تکلیف ہوتی ہے تو نیچے والے پانی کی فراہمی کے لیے دوسری تدبیر اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے۔ چار و ناچار انہوں نے سوچا کہ چھوٹا سا سوراخ کر کے سمندر سے پانی حاصل کر لیا جائے، چنانچہ وہ سوراخ کرنے لگے۔ اب اگر اوپر والے نہ تو سوراخ سے روکیں اور نہ ہی پانی کا بندوبست کریں تو ظاہر ہے کہ جہاز میں سوراخ ہونے کے بعد اس میں پانی بھرے گا اور وہ ڈوب جائے گا پھر نہ سوراخ کرنے والے بچیں گے اور نہ اس سے چشم پوشی کرنے والے۔

اس کی ایک اور مثال یوں پیش کی جاسکتی ہے کہ دیہات میں جہاں فائر بریگیڈ کا انتظام نہیں ہوتا ہے، جب وہاں کسی کے گھر آگ لگتی ہے تو بجھانے کے لیے سب اہل محلہ ٹوٹ پڑتے ہیں۔وہ منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے،کوئی پانی لیے دوڑ رہا ہے،کوئی کنویں سے پانی نکال رہا ہے،کوئی سامان نکال کر باہر پھینک رہا ہے،غرض مرد،عورت، بچے سب اپنی اپنی حیثیت کے مطابق سرگرم عمل دکھائی دیتے ہیں اور جتنی کوشش وامداد کی سکت رکھتے ہیں،اس سے دریغ نہیں کرتے ہیں۔ایسی حالت میں اپنے وپرائے،دوست ودشمن کا امتیاز ختم ہوجاتا ہے، ذاتی رنجشیں اور دلی کدورتیں کافور ہوجاتی ہیں، بس ان کے سامنے آگ بجھانے کا مقصد ہوتا ہے اور یہ خطرہ کہ اگر معمولی سی غفلت برتی گئی تو پل بھر میں آگ کے شعلے پورے محلّہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے،جس کی بنیاد پر وہ سب بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو سہارا دیتے ہیں،سب مصروف عمل رہتے ہیں اور تمام کو مصروف رکھتے ہیں۔

عروج وارتقا اور قیام وبقا کے لیے اسی طرح کی جد وجہد کا جذبہ درکار ہے۔جب یہ جذبہ افراد قوم میں ہوگا تو قوم میں کسی بھی قسم کی برائی کو پنپنے کا موقع نہ ملے گا اور معاشرہ گناہ کی آلودگیوں اور معاشرتی کمزوریوں سے پاک وصاف ہوگا،جس سے پوری قوم کو استحکام حاصل ہوگا۔

اصل چہارم: تواصی بالصبر

چوتھا بنیادی اصول خود بھی صبر کرنا اور دوسروں کو صبر کی تلقین کرنا ہے۔صبر کا معنٰی ''حبس النفس علٰی ما تکرہ'' ہے۔ تو تواصی بالصبر کا یہ معنٰی ہوگا کہ خود کو ناگواریوں کی برداشت کا عادی بنائیں اور دوسروں میں بھی اس کی برداشت کی اسپرٹ پیدا کریں۔صبر ایک زبردست قوت کا نام ہے،جس سے اصلاح وانقلاب میں مدد ملتی ہے۔جس قوم کے اندر یہ قوت جتنی زیادہ ہوگی اس قوم کو اتنا ہی استحکام حاصل ہوگا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ یَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْکُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ صَابِرَۃٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْٓا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾(سورۃ الانفال: آیت ۶۵،۶۶)

اگر تم بیس آدمی صبر کرنے والے نکل آئیں تو یقین کرو کہ وہ دو سو دشمنوں پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں ایسے آدمی سو ہو گئے تو سمجھ لو کہ ہزار کافروں کو مغلوب کرکے رہیں گے اور یہ اس لیے ہوگا کہ کافروں کے گروہ میں سمجھ بوجھ نہیں ہے-اب اللہ نے تم پر بوجھ ہلکا کردیا،اس نے جان لیا کہ تم میں کمزوری ہے۔اچھا اب اگر تم میں سو آدمی صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دوسو دشمنوں پر غالب رہیں گے اور ہزار رہیں گے تو دو ہزار دشمنوں کو مغلوب کرکے رہیں گے۔

قرآن کریم نے بنی اسرائیل کی کامیابی کا راز صبر میں پوشیدہ بتایا:

﴿وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ بِمَا صَبَرُوْا﴾(سورۃ الاعراف:۱۳۷)

آپ کے پروردگار کا پسندیدہ فرمان بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوکر رہا،اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا تھا۔

قومی وجماعتی زندگی میں صبر کے مظاہر کی تین شکلیں ہیں:

(۱)مطالبات وفرائض کی ادائیگی پر صبر(۲)مرغوبات ومفادات کے ترک پر صبر(۳)مشکلات ومصائب پر صبر

جب کوئی قوم عروج وارتقا اور قیام وبقا کے لیے جد وجہد کرتی ہے تو نئے تقاضے اور نئے مطالبے سامنے آتے ہیں۔پرانی چیزیں چھوڑنی اور نئی چیزیں اختیار کرنی پڑتی ہیں۔میدان میں مخالفین بھی موجود ہوتے ہیں،جن سے ہر موڑ پر ٹکراؤ اور ہر موقف پر مخالفت ہوتی ہے۔نئی نئی تکلیفوں اور مصیبتوں سے مقابلہ ہوتا ہے۔غرض اس طرح زندگی کا لمحہ لمحہ صبر وتحمل اور مستقل مزاجی کا طالب ہوتا ہے۔جو قوم جس قدر اس طلب کو پورا کرتی ہے،اسی قدر کشمکش میں کامیابی حاصل کرتی ہے۔(جاری)

فقہ و فتاوی

شرعی مسائل

مفتی محمد عالمگیر اشرف رضوی مصباحی، جودھپور

اہل قبلہ کسے کہا جاتا ہے؟

سوال اول: اہل قبلہ سے کیا مراد ہے؟ اوران کی تکفیر کب ہوگی؟ اور کب نہیں ہوگی؟

الجواب، **اللّٰھُمَّ ھُوَ الْمُلْھِمُ بِالْحَقِّ وَالصَّوَابِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:** اہل قبلہ وہ ہیں جو تمام ضروریات دین کو حق مانیں، ضروریات دین میں سے کسی کا انکار نہ کریں اور اگر ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتے ہوں تو وہ اہل قبلہ سے ہیں ہی نہیں، بلفظ دیگر ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرتے ہوں تو ان کی تکفیر ہوگی، اور اگر ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہ کرتے ہوں تو ان کی تکفیر نہ ہوگی، جیسا کہ اہل قبلہ کا معنی بیان کرتے ہوئے اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ اور محدث حضرت ملّا علی قاری علیہ رحمۃ الباری لکھتے ہیں۔

ثُمَّ اِعْلَمْ اَنَّ الْمُرَادَ بِاَھْلِ الْقِبْلَۃِ الَّذِیْنَ اتَّفَقُوْا عَلٰی مَا ھُوَ مِنْ ضَرُوْرِیَّاتِ الدِّیْنِ کَحُدُوْثِ الْعَالَمِ وَحَشْرِ الْاَجْسَادِ وَعِلْمِ اللّٰہِ بِالْکُلِّیَاتِ وَالْجُزْئِیَاتِ وَمَا اَشْبَہُ ذٰلِکَ مِنَ الْمَسَائِلِ فَمَنْ وَاظَبَ طُوْلَ عُمْرِہٖ عَلَی الطَّاعَاتِ وَالْعِبَادَاتِ مَعَ اِعْتِقَادِ قُدُمِ الْعَالَمِ اَوْ نَفِی الْحَشْرِ اَوْ نَفِی عِلْمِہٖ سُبْحَانَہ بِالْجُزْئِیَاتِ لَایَکُوْنُ مِنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ وَاَنَّ الْمُرَادَ بِعَدَمِ تَکْفِیْرِ اَحَدٍ مِنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃَ عِنْدَ اَھْلِ السُّنَّۃِ اَنَّہٗ لَا یُکَفَّرُ مَالَمْ یُوْجَدْ شَئٌ مِنْ اَمَارَاتِ الْکُفْرِ وَ عَلَامَاتِہٖ وَلَمْ یَصْدُرْ عَنْہُ شَئٌ مِنْ مُوْجِبَاتِہٖ (شرح فقہ اکبر ص۱۸۹)

(ترجمہ) جان لو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین جیسے دنیا کا حادث ہونا، جسموں کا حشر اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام کلیات و جزئیات کو جانتا ہے اور اس کی مثل اور مسائل پر متفق ہوں، اور جو شخص اپنی زندگی بھر طاعت و عبادات کا پابند رہے اور عالم کے قدیم ہونے کا اعتقاد کرے یا حشر کا انکار کرے، یا اللہ کے جزئیات کے جاننے سے انکار کرے، وہ اہل قبلہ سے نہیں ہوگا۔ اور علما کے اس ارشاد سے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی، مراد یہ ہے کہ جب تک کفر کے علامات و نشانات نہ پائے جائیں، اور اس سے کوئی ایسا قول و فعل صادر نہ ہو، جو کفر کا موجب ہو۔

فقیہ عصر شارح بخاری سیدی الکریم علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں کہ اہل قبلہ کا معنی یہ ہے جو کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو، اور ضروریات دین میں کسی ایک کا بھی انکار نہ کرتا ہو، لیکن کوئی کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتا ہے، اور ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے ہے ہی نہیں۔ (مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا ص۱۳)

اور فتاویٰ شارح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اہل قبلہ وہ ہے جو تمام ضروریات دین کو حق مانے اور ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار نہ کرے اور اگر کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے۔ جیسے: دیوبندی اور مودودی وغیرہ ضروریات دین کا انکار

کرتے ہیں، اس لیے وہ اہل قبلہ سے نہیں ہیں۔ (کتاب العقائد ج۳ص۱۶۳) واللہ تعالیٰ اعلم

رب تعالیٰ کی جانب غلطی کی نسبت کرنا:

سوال دوم: بچی سے کوئی غلطی ہوئی، اس کی ماں نے کہا۔ اللہ اتنا بڑا ہے، جب اس سے غلطی ہوجاتی ہے تو وہ تو انسان ہے، اس سے غلطی ہوسکتی ہے؟

جواب: یہ عورت کلمۂ کفر بکنے کی وجہ سے کافرہ ومرتدہ ہوگئی، اسلام سے خارج ہوگئی، کیوں کہ اس نے یہ کفر بکا کہ اللہ تعالیٰ سے غلطی ہوجاتی ہے اور یہ کلمۂ کفر ہے، جس سے وہ عورت کافرومرتدہ ہوگئی، اسلام سے خارج ہوگئی۔ اس پر اعلانیہ توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح فرض ہے۔ جیسا کہ شارح بخاری سیدی الکریم علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان مِنْ وَعَنْ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ کہنا کہ اللہ سے بھی غلطی ہوتی ہے، کلمۂ کفر ہے۔ رضیہ یہ کہنے کی وجہ سے کافرہ ومرتدہ ہوگئی، اس کے سارے اعمال حسنہ رائیگاں ہو گئے، اس پر فرض ہے کہ فوراً بلاتاخیر اس کلمۂ کفر سے توبہ کرے، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو، پھر شوہر سے نکاح کرے، جب تک اس کلمۂ کفر سے توبہ نہ کرلے اور نئے سرے سے مسلمان نہ ہوجائے، نیا نکاح نہ کرے، شوہر کے قریب نہ جائے، اس کی بیعت بھی فسخ ہوگئی، اب دوبارہ کسی جامع شرائط پیر سے مرید ہو۔ (فتاویٰ شارح جلد اول ص ۱۷۵/۱۲۵) واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ ''میاں'' کا استعمال:

سوال سوم: کوئی شخص اگر اللہ میاں کہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ پاک کو اللہ میاں کہنا منع ہے۔ اللہ پاک کو ''میاں'' کہنے سے احتراز چاہیئے، بلکہ اللہ پاک، اللہ تعالیٰ کہنا چاہیئے۔ سیدی الکریم علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ و الرضوان لکھتے ہیں کہ اس بارے میں متقدمین کی کتابوں میں کچھ نہیں، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ اللہ عزوجل کو میاں کہنا منع ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میاں کے تین معنی ہیں۔ مالک، شوہر، اور زنا کا دلال۔ اور جس لفظ کے چند معنی ہوں اور کچھ معنی خبیث ہوں اور وہ لفظ شرع میں وارد نہ ہو تو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر منع ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا ''اِبْهَامُ الْمَعْنَى الْمُحَالِ كَافٍ فِيْ الْمَنْعِ''۔ (فتاویٰ شارح بخاری جلد اول ص ۱۳۷) واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرنا:

سوال چہارم: کسی نے دوران گفتگو اپنی بات منوانے کی خاطر کہا کہ جہاں دین ہے، وہیں خدا ہے، یہ کہنا کیسا ہے؟

جواب: یہ کہنا کہ جہاں دین ہے، وہیں خدا ہے۔ اس جملہ میں خدا کے لیے بظاہر مکان کا اثبات ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے، بہرحال یہ کہنا جہاں دین، وہیں خدا ہے، ضرور کلمۂ کفر ہے، ایسا جملہ کہنے سے اجتناب لازم ہے، جس کا ظاہری معنی کفر ہو، اس کے قائل پر توبہ وتجدید ایمان لازم ہے، اور بیوی والا ہے تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ متن عقائد میں ہے وَلَا يَتَمَكَّنُ فِي مَكَانٍ اور شرح عقائد میں ہے۔ وَاِذَالَمْ يَكُنْ فِيْ مَكَانٍ لَمْ يَكُنْ فِيْ جِهَةٍ لَاعُلُوٍّ وَّلَا سُفْلٍ وَغَيْرِهِمَا (ص۳۳ مطبوعہ رضا اکیڈمی) شارح بخاری سیدی الکریم علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان مِنْ وَعَنْ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ کہنا کہ جہاں دین، وہیں خدا کلمۂ کفر ہے۔ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ ہے۔

حدیقہ ندیہ میں ہے: وَلَوْ قَالَ هٰكَذَا بِالْفَارِسِيَّةِ ''نہ مکانی ز تو خالی نہ در تو در هیچ مکانی'' فَهٰكَذَا كُفْرٌ لِاَنَّ نِسْبَةَ الْمَكَانِ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ يَقْتَضِي

اَلْجِسْمِيَّةَ فِي حَقِّهٖ تَعَالٰى وَالْجِسْمِيَّةُ تَقْتَضِي الْحُدُوْثَ وَهُوَ مُحَالٌ عَلَيْهِ تَعَالٰى ،اس کے قائل پر تجدید ایمان اور بیوی والا ہے تو تجدید نکاح لازم ہے(فتاوی شارح بخاری جلد اول ص ۱۴۰/۱۴۱)واللہ تعالیٰ اعلم

رام ورحیم اور مسجد ومندر کو ایک بتانا

سوال پنجم: یہ کہنا کیسا ہے کہ رام رحیم ایک ہیں؟ مسجد اور مندر دونوں خدا کے گھر ہیں؟

جواب: یہ کہنا کہ جو رب، وہی رام یا رام رحیم ایک ہے، مسجد ومندر دونوں خدا کا گھر ہے-ان مذکورہ بالا جملوں کا قول کرنا کفر صریح ہے۔ان کا قائل کافر ومرتد ہے جیسا کہ مِنْ وَعَنْ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں حضور شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں: رام رحیم ایک ہے، مسجد ومندر خدا کا گھر ہے۔ان جملوں کی وجہ سے یہ شخص کافر ومرتد ہوگیا، اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہوگئے۔اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، رام رحیم ایک نہیں ہو سکتے۔رام اجودھیا کا راجہ اور ایک انسان کا نام تھا، جو مخلوق ہے،اللہ عزوجل خالق ہے۔دونوں ایک کیسے ہو سکتے ہیں؟ مسجد خالص اللہ کی عبادت کے لیے ہے،مندر بتوں کی پوجا کے لیے ہے، دونوں کو ایک کہنا سراسر کفر ہے۔اس پر فرض ہے کہ ان کلمات کفر سے توبہ کرے،کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو۔بیوی رکھنا چاہتا ہے تو اس سے جدید نکاح کرے۔(فتاوی شارح بخاری جلد اول ص۹۲)واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ کو بھگوان اور رام کہنا:

سوال ششم: اللہ کو بھگوان اور رام کہنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو بھگوان اور رام کہنا صریح کفر ہے،جیسا کہ نائب مفتی اعظم ہند علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ بھگوان اور رام کے جو حقیقی معنی ہیں،ان پر مطلع ہوتے ہوئے جو شخص اللہ عزوجل کو بھگوان یا رام کہے، وہ بلاشبہ کافر ومرتد ہے،اس کے تمام اعمال حسنہ اکارت ہوگئے،اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی،اس پر فرض ہے کہ فوراً اس سے توبہ کرے، پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو، اور اپنی بیوی رکھنا چاہتا ہے تو پھر سے تجدید نکاح کرے، سنسکرت میں بھگ عورت کی شرمگاہ کو کہتے ہیں، اور وان کا معنی والا، رام کا معنی رما ہوا، کسی میں گھسا ہوا۔یہ دونوں معنی اللہ تعالیٰ کے لیے عیب اور اس امر کو مستلزم ہیں کہ وہ خدا نہ ہو، اس لئے دونوں الفاظ کا اطلاق اللہ عزوجل پر کفر ہے۔رہ گئے وہ لوگ جو اس کا حقیقی معنی نہیں جانتے، وہ صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہندوؤں کے یہاں اللہ عزوجل کو بھگوان یا رام کہا جاتا ہے۔انہوں نے اگر اللہ عزوجل کو رام یا بھگوان کہا، ان کا حکم اتنا سخت نہیں، پھر بھی ان پر توبہ وتجدید ایمان ونکاح لازم ہے، خواہ ایک شخص کہے یا سب لوگ کہیں۔بے علم عوام کے کہنے سے کوئی کفر اسلام نہیں ہو جائے گا، ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ایمان وکفر کو جانے، بے علمی عذر نہیں ہو سکتی۔جن جن لوگوں نے اللہ عزوجل کو بھگوان یا رام کہا، ان پر بہرحال توبہ وتجدید ایمان ونکاح لازم ہے، وہ بھگوان یا رام کے حقیقی معنی جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔(فتاویٰ شارح بخاری جلد ص ۱۷۱/۱۷۲)واللہ تعالیٰ اعلم

روزہ کی توہین کرنا:

سوال ہفتم: زید جو دولت مند آدمی ہے، وہ رمضان کا روزہ نہیں رکھتا۔اس سے کہا گیا کہ تم رمضان کا روزہ کیوں نہیں رکھتے؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ روزہ وہ رکھے، جس کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ ہو، میں کیوں روزہ رکھوں؟ میرے پاس کھانے کی کمی تھوڑی ہے، یہ کہنا کیسا ہے؟

جواب: زید نے ضرور کفر بکا۔اس قول بدتر از بول میں رمضان المبارک کی تحقیر کے ساتھ ساتھ اس کی فرضیت کا بھی بظاہر انکار کیا جارہا ہے جیسا کہ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علامہ

مفتی محمد امجد علی اعظمی قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں کہ روزہ رمضان نہیں رکھتا اور یہ کہتا ہے کہ روزہ وہ رکھے جسے کھانا نہ ملے، یا یہ کہتا ہے کہ جب خدا نے کھانے کو دیا ہے تو بھوکے کیوں مریں یا اس قسم کی اور باتیں جن سے روزہ کی ہتک وتحقیر ہو، کفر ہے۔ (بہار شریعت ج ۹ ص ۱۹۳) زید پر علانیہ توبہ وتجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَلتَّـائِبُ مِـنَ الذَّ نْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ (مشکوٰۃ شریف ج اول ص ۲۰۶) واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کرنا:

سوال ھشتم: ایک شخص گھریلو مصیبتوں میں الجھا ہوا تھا کہ اسی دوران اس کا جوان بیٹا مر گیا تو اس نے کہا کہ لوگ بھی پریشان کر رہے ہیں اور اللہ تعالی بھی ستا رہا ہے، اللہ تعالی نے تو میرا بیٹا چھین لیا اور مجھ پر ظلم کیا، یہ کہنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ ظالم نہیں، لہٰذا جس شخص نے یہ کہا کہ اللہ نے میرے اوپر ظلم کیا ہے، اس نے اللہ کو ظالم کہا، اور اللہ کو ظالم کہنا کفر ہے۔ شخص مذکور کافر ومرتد ہوگیا، اس پر علانیہ توبہ وتجدید ایمان فرض ہے، اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی فرض ہے۔ جیسا کہ حضور شارح بخاری مِنْ وَ عَنْ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں اس نے خدا کو ظالم کہا ہے جس پر وہ کافر ہوگیا۔ (فتاویٰ شارح بخاری جلد اول ص ۲۱۸) نیز اسی فتاوی شارح بخاری میں ہے کہ یہ شخص بلا شبہ کافر ومرتد اور خارج از اسلام ہے۔ (فتاوی شارح بخاری جلد اول ص ۱۶۵) فرمان باری تعالی ہے "اِنَّ اللّٰـهَ لَایَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ" (پ ۵ ع ۳) نیز ارشاد فرمایا "اِنَّ اللّٰـهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِیْدِ" (پ ۷ ا ع ۸) واللہ تعالیٰ اعلم

روزہ، نماز وغیرہ کو بے فائدہ بتانا:

سوال نھم: زید نمازی آدمی ہے، بکر بے نمازی ہے۔ زید نے بکر سے کہا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ تو بکر نے جواب میں کہا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے کوئی فائدہ نہیں، روزہ نماز پڑھ کے کیا کرلیا؟ یہ کہنا کیسا ہے؟

جواب: بکر کافر ومرتد ہے، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اس پر فرض ہے کہ فوراً ان تمام کفریات سے توبہ کرے اور کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو، بیوی رکھنا چاہے تو اس سے تجدید نکاح کرے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول، سلام وکلام بند کردیں، بیمار پڑ جائے تو اسے دیکھنے نہ جائیں، مرجائے تو نہ اسے غسل دیں، نہ کفن، نہ جنازہ کی نماز پڑھیں۔ مردار کی طرح کسی گڈھے میں پھینک دیں۔ اس کی نجس لاش بغیر تختہ دیئے ہوئے مٹی سے ڈھانپ دیں، تاکہ اس کی بدبو سے اذیت نہ ہو، جیسا کہ حضور شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان فتاوی شارح بخاری میں لکھتے ہیں: یہ شخص کافر ومرتد ہوگیا، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ نماز روزہ میں کیا رکھا ہے، یہ دونوں دو مستقل کفر ہیں۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً بلا تاخیر ان تمام کفریات سے توبہ کرے کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو، بیوی رکھنا چاہے تو اس سے جدید نکاح کرے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول، سلام وکلام بند کردیں۔ ایسوں کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے" فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُوَاكِلُوْهُمْ ' 'نہ ان کے پاس بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ، پیو (المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۶۳۳) اسی حال میں مرجائے تو کوئی مسلمان اس کے غسل، کفن اور جنازے میں شریک نہ ہو۔ (فتاوی شارح بخاری جلد اول ص ۲۶۵) اور امام اہل سنت مجدد اعظم سیدنا حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں: اِذَا مَاتَ عَلٰی رِدَّتِهٖ لَمْ يُدْفَنْ فِي مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا اَهْلِ مِلَّةٍ وَاِنَّمَا يُلْقٰى فِي الْحُفْرَةِ كَالْكَلْبِ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۴۰) اور اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

" وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ "

واللہ تعالیٰ اعلم

خصوصی تحریر

کفر کا محور اصلی

دنیا کی ساری گمراہیوں کی بنیاد سات ابلیسی شبہات کے تناظر میں

تحریر: حضرت علامہ عبدالرحمٰن صاحب مصباحی
جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی (یوپی)

اللہ تعالی شانہ، نے اشرف المخلوقات انسان کو ایک ایسی حیرت انگیز قوت عطا کی ہے، جسے عقل کہا جاتا ہے۔ جوہرِ عقل کے باعث ہی انسان تمام حیوانات سے ممتاز و منفرد ہے، اور یہی عقل ہی خدا کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں اور تکالیف کی معیار و مدار ہے۔ عقل کا کام حق و باطل، خیر و شر اور حسن و قبح کے درمیان فرق کرنا ہے اور بحث و تفتیش کے ذریعہ اشیا کے اسرار و رموز کی نقاب کشائی وجستجو ہے۔ چنانچہ انسان روز اول ہی سے کائنات و موجودات کے حقائق و اشیا کے افعال و خواص کی تنقیح اور فطرت کے اسرار و خفیات کے کشف و اظہار کے در پے رہا ہے۔

قرآن عظیم میں ہے کہ خدا نے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا اور انھیں عقل و دانش اور علم و حکمت کا ایسا سرمایہ عطا کیا کہ آپ مسجود ملائک بن گئے۔ آپ ہی سے زمین پر نسل انسانی کا سلسلہ قائم ہوا، اور آپ ہی کی تعلیم سے لوگوں نے عقل و فکر اور نطق و تکلم کے میدانوں میں جولانیاں سیکھیں۔ ابتداءً تعلیم نبوی کے زیر اثر لوگوں کی فکر کا مرکز و محور ایک ہی تھا، یعنی ایک خدا کا اعتقاد کہ وہی تنہا خالق عالم اور مدبر کائنات ہے اور اسی کے احکام کی اطاعت انسانی سعادت و فلاح کی ضامن ہے۔

لیکن چند سالوں بعد یہ وحدت فکری بکھر گئی، کیونکہ انسانی عقل میں افکار و خیالات کا جو سمندر رواں ہے وہ ہمہ وقت جدت طرازی کا خواہش مند رہتا ہے۔ عقل کے ساتھ اوہام و خواہشات کی آمیزش نے ایسی پرواز کی کہ لوگ متعدد ادیان و مذاہب کے خانوں میں بٹ گئے۔

حکما و فلاسفہ نے حضرات انبیا علیہم السلام کی تعلیمات سے ہٹ کر ایسے ایسے نظریات کو جنم دیا کہ انسانی معاشرہ فکری اور عملی انتشار کے سبب جنگ و جدال کا اکھاڑہ بن گیا۔ بعض دانشوروں نے انسانوں کے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کو حل کرنے کی بہت کوششیں کیں، لیکن وحدت فکری و عملی اور یک جہتی کا ماحول قائم ہونے کی بجائے مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا گیا۔ جس کا حقیقی سبب خالق عالم کی معرفت سے غفلت اور اپنے اوہام و مزعومات کو حق اور صحیح باور کرانا ہے، خواہ اس میں نظر و استدلال کی ہزاروں خامیاں ہی کیوں نہ ہوں۔ حالانکہ اگر صحیح خطوط پر نظر صحیح واقع ہو تو فکری اختلاف کا دائرہ سمٹ سکتا ہے، لیکن انسانی خواہشات کا نہ ختم ہونے

والا سیلاب اس کے لیے سب سے بڑا مانع و عائق ہے۔ جس کا ثمرہ یہ ہے کہ دنیا ، دین وفلسفہ ، ایمان وکفر، توحید وشرک ، ہدایت و ضلالت کی کشمکش میں گرفتار ہے، اور رنگ ونسل، قوم و مذہب، خطہ و جغرافیہ میں منقسم ہوکر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دین حق کے خلاف مخلوق خدا میں جو پہلا شبہ پیدا ہوا اس کا مصدر و منبع ابلیس لعین کی عقل خام کی کجروی تھی ۔ اس کا منشا بد خیالی کا استبداد، ہوائے نفس کی پیروی ، اور مادہ پرستی کا استکبار تھا یعنی یہ مفروضہ کہ مادۂ آگ ، مادۂ مٹی سے افضل ہے، جب کہ یہ نہ تو خدا نے کہا تھا، نہ ہی اس کا کوئی ماخذ تھا، بلکہ یہ ابلیس کے نفس کی آواز تھی اور اس کا ایک باطل تصور تھا۔ پھر اس شبہ کے بطن سے بہت سے شبہات پیدا ہوئے اور لوگوں کے ذہن و دماغ میں پیوست ہو گئے، یہاں تک کہ ضلالت وکفر کے دروازے کھل گئے اور مختلف مذاہب وجود میں آ گئے۔

گذشتہ ادوار میں جب سلسلۂ نبوت جاری تھا، حضرات انبیا ومرسلین علیہم السلام نے جب بھی لوگوں کو خدا کی طرف بلایا اور خدا کی طرف سے مقرر کردہ قیود و تکالیف کا انسان کو پابند کرنا چاہا تو انسانوں نے احکام شرع کا انکار کرنے اور اپنے اوپر سے تکالیف شرعیہ کو دفع کرنے کے لیے وہی منہج وطریق فکر ''کہ انسانی فلاح ونجات کے لیے انبیا کی تعلیم کی ہمیں کوئی حاجت نہیں ہے'' اختیار کیا ۔ یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے افکار و اوہام ہی کو مستقل سمجھتے ہیں جیسا ابلیس نے کیا تھا یعنی عقل کو اس ذات پر حاکم کرنا جس ذات پر عقل حاکم نہیں ہے۔ ابلیس لعین کی فساد رائے کی تاثیر ہی سے اہل ھویٰ و رائے نے یہ مذہب بنایا۔

پھر اہل اھوا کے کئی گروہ ہیں ۔ بعض تو اتنے کوتاہ فکر ہیں کہ صرف محسوسات ہی کو سب کچھ مانتے ہیں، معقولات کا مکمل انکار کرتے ہیں، اور بعض محسوسات کے علاوہ معقولات کا جزوی طور پر اثبات کرتے ہیں ۔ اب اختصار کے ساتھ ابلیس کے ان شبہات کو ملاحظہ فرمائیں، جو یہود ونصاریٰ، مشرکین اور تمام باطل مذاہب کے اعتراضات کا منبع و سرچشمہ ہے۔

اناجیل اربعہ، یعنی انجیل لوقا، مرقس، متی، یوحنا، کی شرح میں اور توریت کے متفرق مقامات میں ملائکہ اور ابلیس کے درمیان بشکل مناظرہ یہ مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ملائکہ کو آدم علیہ السلام کی تعظیم کے لیے سجدے کا حکم دیا تو تمام فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کر لیا، لیکن ابلیس نے تکبر کرنے کے باعث سجدہ نہیں کیا اور بارگاہ الٰہی سے مردود ہو گیا۔ پھر ابلیس نے فرشتوں سے کہا کہ میں مانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا معبود ہے، میرا خالق ہے، اور ساری مخلوق کا معبود ہے، علیم وقدیر ہے، اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو کہتا ہے، ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتا ہے، اور وہ حکیم ہے، لیکن اس کی حکمت کے طریقے پر میرے چند سوالات ہیں۔ ملائکہ نے کہا کہ وہ کتنے ہیں؟ اور کیا کیا ہیں؟

ابلیس لعین نے کہا وہ سات شبہات ہیں:

(۱) جب خدا کو میری تخلیق سے پہلے یہ معلوم تھا کہ مجھ سے کیا شیٔ صادر ہوگی اور مجھ سے کیا ظاہر ہوگا تو اس نے مجھے پیدا کیوں کیا؟ آخر میری پیدائش میں کیا حکمت تھی؟

(۲) اگر اس نے اپنے ارادہ ومشیئت کے بموجب مجھے پیدا کیا تو اس نے مجھے اپنی طاعت ومعرفت کا مکلّف کیوں بنایا؟ مکلّف بنانے میں کیا حکمت ہے؟ جب کہ اسے کسی کی طاعت سے نہ تو نفع ہے، نہ کسی کی معصیت سے ضرر ہے، اور مکلّف کرنے میں میرے لیے ضرر ہے، کیوں کہ عدم اطاعت سے معصیت کا ضرر لاحق ہوتا ہے۔

(۳) بہر حال جب اس نے مجھے پیدا کیا اور مجھے مکلّف کیا تو میں نے اس کی معرفت واطاعت کی پابندی کو مان لیا اور میں نے اسے جانا، اس کی اطاعت کی تو اس نے مجھے اطاعت آدم کی تکلیف کیوں دی؟ اور ان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، اس میں کیا حکمت تھی؟ حالانکہ وہ ایسا کام تھا جس سے میری طاعت ومعرفت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

(۴) جب خدا نے مجھے پیدا کیا اور مطلقاً مکلّف کیا اور بالخصوص سجود آدم کا مکلّف کیا اور میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تو مجھے ملعون کیوں کیا؟ اور جنت سے کیوں نکال دیا؟ اس میں کیا حکمت تھی؟ حالانکہ میں نے کوئی قبیح فعل نہیں کیا تھا، سوا اس کے کہ میں نے کہا کہ میں صرف تیرا ہی سجدہ کروں گا اور سجدہ تیری ہی شان کے لائق ہے۔

(۵) اس نے مجھے پیدا کر کے مطلق ومخصوص طور سے مکلّف کیا، پھر عدم اطاعت کے سبب مجھے ملعون کیا اور دھتکار دیا، پھر اس نے مجھے آدم کی جانب راہ کیوں دی کہ میں نے اپنے وسوسہ سے ان کو دھوکہ دیا اور انھوں نے شجر ممنوعہ کا پھل کھا لیا، اور اس نے آدم کو میرے ساتھ جنت سے نکال دیا، اس میں کیا حکمت تھی؟ حالانکہ اگر وہ مجھے دخول جنت سے روک دیا ہوتا تو آدم مجھ سے مامون رہتے اور جنت میں ہمیشہ مقیم رہتے۔

(۶) بہر حال خدا نے جب مجھ کو جنت میں جانے دیا، یہاں تک کہ میں آدم کے لیے جنت سے نکلنے کا سبب بن گیا، جس کے باعث مجھ میں اور آدم میں خصومت وعداوت ہوئی تو خدا نے مجھے اولاد آدم پر مسلط کیوں کیا؟ یہاں تک کہ میں انھیں دیکھتا ہوں اور وہ مجھے نہیں دیکھتے، اور ان میں میرا وسوسہ اثر ڈالتا ہے، اور ان کی قوت واستطاعت میں اثر نہیں ڈالتا، اس میں کیا حکمت تھی؟ جب کہ اگر بنو آدم کو وہ فطرت پر باقی رکھتا اور وہ اطاعت شعار وفرماں بردار رہتے تو یہ ان کے لیے حکمت کے زیادہ لائق ہوتا۔

(۷) مجھے یہ ساری بات تسلیم ہے کہ اس نے مجھے پیدا کیا، مجھے علی العموم والخصوص مکلّف کیا، میری معصیت پر اس نے مجھے ملعون کیا اور پھر مجھے جنت سے نکال دیا اور اولاد آدم پر مجھے مسلط کیا تو جب میں نے مہلت مانگی، تو مجھے قیامت تک کے لیے مہلت کیوں دی؟ اس میں کیا حکمت تھی؟ حالانکہ وہ اگر مجھے فی الحال ہلاک کر دیتا تو آدم وتمام مخلوق میرے شر سے محفوظ رہتے، اور عالم میں کوئی شر نہ ہوتا۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ عالم کی بقا، خیر پر شر کی آمیزش کے بغیر افضل واولیٰ ہے۔

ابلیس نے اپنی بات کے اختتام میں کہا: یہ میرے سات دلائل ہیں، جو میرے دعویٰ کی حجت ہیں۔

مذکورہ بالا ساتوں سوالات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ شانہ نے فرشتوں کو وحی بھیجی، اور فرشتوں نے ابلیس سے کہا: تم اپنے پہلے دعویٰ میں کہ ''میں یقیناً تیرا معبود ہوں اور ساری مخلوق کا معبود ہوں'' نہ مخلص ہو، اور نہ سچے ہو، کیونکہ اگر تم سچے ہوتے کہ میں عالمین کا معبود ہوں تو تم مجھ پر ''لِم'' سے حکم نہیں کرتے اور اپنی عقل کو مجھ پر حاکم نہیں مانتے، کیونکہ تمہاری عقل اور تمہاری ذات دونوں میری مخلوق ہیں اور مخلوق کو میرے فعل پر سوال قائم کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ البتہ مخلوق میری بارگاہ میں ضرور مسئول اور جواب دہ ہے، کیونکہ عقل خواہ کتنی ہی وسیع وکامل ہو، خدا کی حکمتوں کے دقائق وغوامض کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اسی لیے آفاق وانفس میں تفکر وتدبر کے وقت جس کسی کے دماغ میں خدا کی حکمت کے خلاف کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے، وہ شیطان کے اغوا اور اس کے وسوسے کے سبب ہی پیدا ہوتا ہے، اور چونکہ ابتداءً ابلیس کے شبہات کی تعداد سات تھی، اسی وجہ سے، اصول ضلالات، یعنی گمراہی وضلالت کے اصول بھی سات ہی ہیں۔

اہل باطل وضلال کا کوئی اعتراض اس سے متجاوز نہیں ہو سکتا، اگر چہ الفاظ کی بندش، عبارات آرائی، طریقۂ استدلال اور اسلوب بیان الگ ہو سکتا ہے، کیونکہ مذکورہ شبہات تمام طرح کے شبہات کے لیے تخم ہیں، اور یہ کلیات ہیں، بقیہ اعتراضات اسی پر متفرع ہوتے ہیں اور سب کا مرجع وحاصل اعتراف حق کے بعد اتباع ھویٰ اور استبداد رائے ہے، اور محض نفس کی خواہش کے باعث تکالیف شرعیہ کو رد کرنا ہے۔ جب کہ مخلوق کا کام امر الٰہی کی بجا آوری ہے، نہ کہ اس کے امر کے اسرار میں غور خوض کرنا، چنانچہ گذشتہ امتوں نے حضرت نوح، ھود، صالح، ابراھیم، لوط، موسیٰ، عیسیٰ، و نبی آخر الزماں علیہم الصلاۃ والسلام سے مجادلہ کے

وقت اسی طرح کے شبہات کو پیش کیا ہے۔ مثلاً قرآن پاک میں مشرکین کے قول ''اَبَشَرٌ یَهْدُوْنَنَا'' (سورہ تغابن-آیت نمبر۶) اور ابلیس کے قول ''ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا'' (سورہ بنی اسرائیل-آیت نمبر ۶۱) کے درمیان نوعی اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔

اسی طرح ''**ما منعک ان تسجد اذا امرتک**'' کے جواب میں ''**انا خیر منه**'' کا قول کرنا جب کہ افضلیت امر الٰہی کی بجا آوری میں ہے، نہ کہ ترک میں۔

لعین اول نے جب اس ذات پر عقل کو حاکم کیا، جس ذات پر عقل حاکم نہیں ہے تو لازمی طور سے مخلوق کے لیے خالق کا حکم ہے، یا خالق کے لیے مخلوق کے حکم کا راستہ کھل گیا اور خدا کے سلسلے میں لوگ افراط وغلو، تقصیر وتفریط کا طریقہ اپنانے لگے، چنانچہ بعض نے مخلوق کو اتنا بڑھا دیا کہ خدا کی صفات ان میں ثابت کرنے لگے، جو شرک کا راستہ ہے، اور بعض نے خالق عالم کو اتنا معمولی قرار دیا کہ گویا وہ دنیا کا کوئی سلطان ہے

پہلے شبہ سے حلول وتشبیہ کے مذاہب پیدا ہوئے، اور دوسرے سے قدریہ، جبریہ اور مجسمہ کے مذاہب پیدا ہوئے کہ انھوں نے خدا کو صفات مخلوقین سے متصف قرار دیا، لہٰذا جس نے یہ کہا ''**انما یحسن منه ما یحسن منا و یقبح منه مایقبح منا**'' خدا کی طرف سے وہی حسن ہے، جو ہماری طرف سے حسن ہے، اور اس سے وہی قبح ہے جو ہم سے قبح ہے ''**فقد شبه الخالق بالخلق**'' تو اس نے خالق کو مخلوق کی مثل قرار دیا۔ اور جس نے یہ کہا ''**یوصف الباری تعالی بما یوصف به الخلق فقد اعتزل عن الحق**'' یعنی باری تعالیٰ اس سے موصوف ہوسکتا ہے جس سے مخلوق موصوف ہوتی ہے، یا اس کا عکس مخلوق کا اس سے موصوف ہونا صحیح ہے جس سے خالق موصوف ہے، تو وہ حق سے دور ہوا۔ چنانچہ فرقۂ قدریہ کی اصل ہر شئ میں علت تلاش کرنا ہے اور یہ ابلیس لعین کی اصل اول ہے کہ اس نے اپنی تخلیق میں اولاً علت طلب کیا، اور ثانیاً تکلیف احکام میں حکمت طلب کیا اور ثالثاً سجود آدم میں فائدہ طلب کیا، اور اسی سے خوارج پیدا ہوئے۔ اور معتزلہ نے توحید میں غلو کیا یہاں تک کہ نفی صفات کے باعث وہ تعطیل خالق کے قائل ہوگئے۔ اسی طرح مشبہ نے تفریط وتقصیر کی راہ اپنائی اور خالق کو مخلوق پر قیاس کرنے لگے۔ چنانچہ دنیا کے باطل مذاہب اور امت اسلامیہ کے باطل فرقوں کے شبہات کا مصدر ومنبع وہی ابلیس لعین کے شبہات ہیں۔

''**فاقوال الامة الضالة من الامم السابقة،متشابهة لاقوال الامة الحاضرة**'' پس گذشتہ اقوام کے گمراہ کن اقوال کے مشابہ عصر حاضر کے گمراہوں کے اقوال ہیں۔ اسی کو قرآن نے اس طرح بیان فرمایا ہے: ''**لاتتبعوا خطوات الشیطٰن انه لکم عدو مبین**'' (سورہ بقرہ-آیت ۶۸) شیطان کے قدموں کا اتباع مت کرو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ امر خوب واضح ہوگیا کہ انسان فطری طور پر کفر وضلالت سے دور ہے، لیکن جب وہ خواہشات نفس اور استکبار کے سبب امر الٰہی کے بالمقابل عقل کو سرمایہ اصلی سمجھنے لگتا ہے تبھی وہ ضلالت سے قریب ہونے لگتا ہے، اور اس کی فکر شیطانی فکر سے میل کھانے لگتی ہے۔ اگر وہ مخلوق کی طرف نظر کرنے کے بجائے خالق کے پیغام اور حکم کی طرف نظر کرے خالق کو مسئول سمجھنے کے بجائے خود کو مسئول قرار دے تو ہدایت پر رہے گا۔ **نعوذ باللّٰه من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا،من یهده اللّٰه فلا مضل له ،ومن یضلله فلا هادی له.**

عقل عیّار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ زاہد، نہ ملّا، نہ حکیم

جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی (یوپی)
موبائل:

آخری قسط

آداب اختلاف فقہا

مولانا ازہار احمد امجدی ازہری،
فاضل جامعہ ازہر، مصر (شعبہ حدیث، ایم اے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً ومصلیاً ومسلماً

فقہائے کرام اور مفتیان عظام کو آداب فتویٰ ومفتی کا پاس و لحاظ از حد ضروری ہے۔ بغیر ان کا پاس ولحاظ کیے فتوی دینے والے سے خطا کا امکان، بلکہ خطا کا واقع ہونا یقینی ہے۔ مفتی کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہر سوال کا جواب نہ دے۔ اس ممانعت کی اہمیت حضرت عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول سے واضح ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں: ''جس نے ہر سوال پر فتویٰ جاری کیا، وہ مجنون ہے''۔ مفتی ہی کے آداب میں سے ہے کہ وہ متقی و پرہیز گار ہو وغیرہ۔ ان آداب کی تفصیل کے لیے ابو القاسم صیمری اور خطیب بغدادی رحمہما اللہ کی کتابیں، خصوصاً حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ کی کتاب ''ادب المفتی والمستفتی'' کا مطالعہ کیا جائے۔

دور حاضر میں ہم لوگ آداب اختلاف کو چھوڑ کر کسی حد تک دیگر تمام آداب کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں، مگر آدب اختلاف کا لحاظ تو دور کی بات ہے اس کے قریب بھی جانے سے کتراتے ہیں۔ حالانکہ آداب اختلاف کا لحاظ بھی اتنا ہی اہم وضروری ہے کہ جتنا دیگر آداب کا اہتمام لازم وضروری ہے، لیکن پھر بھی ہم آداب اختلاف کو یکسر نظر انداز کیے ہوئے ہیں، جس کے برے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ عیاں راچہ بیاں! میں اپنی اس تحریر میں آداب اختلاف فقہا کے کچھ عبرت آموز واقعات ذکر کروں گا، جو ہمارے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ان واقعات کو التفات کامل کے ساتھ، بنظر غائر و بنگاہ عبرت مطالعہ کریں اور اپنے لیے انہیں کے ذہن وفکر، انہیں کی وسعت ظرفی اور انہیں کی دریا دلی کو مقتدیٰ بنائیں۔

(ا) امام ابو موسیٰ یونس بن عبد الاعلیٰ صدفی مصری رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب میں سے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

''میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے زیادہ عقلمند شخص نہیں دیکھا۔ ایک دن میں نے ان سے ایک مسئلہ میں مناظرہ کیا، پھر جدا ہونے کے بعد ہماری ملاقات ہوئی، امام شافعی رحمہ اللہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے ابو موسیٰ! کیا یہ صحیح نہیں کہ ہم بھائی بھائی ہی رہیں، اگر چہ ہمارا کسی مسئلہ میں اتفاق نہ ہو؟''

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام شافعی رحمہ اللہ کی یہ بات ان کے کمال عقل اور فقہ نفس پر دلالت کرتی ہے، رہی بات مسائل میں اختلاف کی تو ایسا زمانے سے ہوتا آرہا ہے''۔ (سیر اعلام النبلا / امام ذہبی)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

(الف) فقہائے کرام کے درمیان مسائل میں اختلاف ہوسکتا ہے (ب) مسائل میں اختلاف معتبر ہے (ت) مسائل میں اختلاف کی وجہ سے اخوت و بھائی چارگی ختم نہیں ہوتی، بلکہ جیسے

اختلاف سے پہلے تھی، ویسے ہی اختلاف کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

(۲) احمد بن حفص سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

''اِسحاق جیسی ذات پل عبور کر کے خراسان نہیں آئی، اگر چہ وہ بہت سارے مسائل میں ہمارے مخالف تھے، اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں، کیوں کہ بعض علما بعض کی مخالفت کرتے آرہے ہیں''۔ (سیر اعلام النبلا / امام ذہبی)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل چیزیں ظاہر ہوئیں:

(الف) ایک فقیہ کا دوسرے فقیہ سے ایک دو مسئلہ میں نہیں، بلکہ کئی کئی مسائل میں اختلاف ہوسکتا ہے (ب) ان مسائل میں اختلاف کے باوجود مخالف کی عزت واحترام اور تعریف وتوصیف کو بالائے طاق نہیں رکھا جائے گا (ت) مسائل میں اختلاف کوئی تعجب کی بات نہیں، ایسا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے ہوتا آرہا ہے۔

(۳) عباس بن عبدالعظیم عنبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس تھا، اس وقت امام علی بن مدینی رحمہ اللہ ایک جانور پر سوار ہوکر آئے، پھر دونوں حضرات شہادت کے بارے میں مناظرہ کرنے لگے۔ مناظرہ کے دوران دونوں کی آوازیں اس قدر بلند ہوگئیں کہ مجھے ڈر لگنے لگا کہ کہیں اس بحث کے نتیجہ میں دونوں کے درمیان بدسلوکی نہ پیدا ہوجائے، امام احمد رحمہ اللہ کی رائے یہ تھی کہ جو جنگ بدر اور صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے، وہ بالیقین جنت میں جائیں گے، اور اسی طرح سے وہ لوگ جن کے تعلق سے حدیث مرفوع وارد ہے، وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے، اور امام علی رحمہ اللہ اس کے منکر تھے۔ بہرحال مناظرہ کے بعد جب امام علی رحمہ اللہ نے لوٹنے کا ارداہ کیا تو امام احمد رحمہ اللہ نے ان کے جانور کی زین کو تھام لیا۔ (جامع بیان العلم / امام ابن عبدالبر)

اس واقعہ سے یہ عبرت آموز باتیں ثابت ہوئیں:

(الف) کبھی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے مخالف کے سامنے آواز بلند ہوسکتی ہے (ب) مسائل میں اختلاف اور آواز بلند ہونے کی وجہ سے مدمقابل کے ساتھ تواضع وانکساری کا دامن نہیں چھوٹتا، خواہ متواضع کتنا بھی بڑا متقی وپرہیزگار، مدقق ومحقق اور مفتی وامام ہی کیوں نہ ہو۔

(۴) عبدالعزیز دراوردی یا ابن ابی سلمہ رحمہما اللہ سے مروی، آپ فرماتے ہیں:

''میں نے امام ابوحنیفہ اور مالک بن انس رحمہما اللہ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں عشا کی نماز کے بعد اس حال میں دیکھا کہ دونوں باہم پڑھنے میں مشغول تھے، یہاں تک کہ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے قول پر توقف کرتا؛ تو دوسرا کسی سختی وعتاب، چہرہ کو غصہ سے متغیر اور (قائل کو) خطا کار قرار دیئے بغیر ٹھہر جاتا، پھر دونوں حضرات اسی مجلس میں ایک ساتھ نماز فجر پڑھتے''۔ (فضائل ابی حنیفہ واصحابہ / امام ابو القاسم بن ابی العوام)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل چیزیں اخذ کی جاسکتی ہیں:

(الف) اگر باہم مسائل میں گفتگو ہورہی ہے تو کسی کا کسی کے قول پر اعتراض کرنے یا اس کے قبول کرنے میں توقف کرنے کی وجہ سے مدمقابل کے چہرے پر غم وغصہ کا اظہار اور پیشانی پر شکن نہیں آنی چاہیے (ب) مسائل میں اختلاف، مخالفین کا آپس میں ایک جگہ اور ایک اسٹیج پر جمع ہونے سے مانع نہیں۔

(۵) ابوشیخ حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حکایت بیان کی جاتی ہے کہ امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ نے دباغت کے بعد مردار کی کھال کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ سے مناظرہ کیا اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وہاں حاضر تھے تو امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مردار کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے، اس پر امام اسحاق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا: آپ کے اس

قول پر کیا دلیل ہے؟ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: **حدیث الزهری، عن عبيد الله بن عبد الله بن عبد الله، عن ابن عباس، عن ميمونة: أن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: ((هلا انتفعتم بإهابها))**

ترجمہ: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی: رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا: ((کیوں نہیں تم اس مردار کے چمڑے سے فائدہ اٹھاتے؟))

اس کے بعد امام اسحاق رحمہ اللہ ان سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں:

حدیث ابن عکیم: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انتقال سے ایک ماہ پہلے ہماری جانب خط لکھ کر بھیجا:

((تم دباغت شدہ مردار کی کھال اور پٹھے سے فائدہ نہ اٹھاؤ)) ممکن ہے کہ یہ حدیث حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے لیے ناسخ ہو؛ کیوں کہ یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے ایک مہینہ سے پہلے کی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یہ کتاب ہے اور وہ سماع؛ تو امام اسحاق رحمہ اللہ نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ وقیصر کی جانب خط لکھا، اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے درمیان حجت تھا، اس پر امام شافعی رحمہ اللہ خاموش ہو گئے''۔

جب امام احمد رحمہ اللہ نے یہ گفتگو سنی؛ تو آپ ابن عکیم رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف رجوع کیے اور اسی کے مطابق فتویٰ دیا اور امام اسحاق رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کی حدیث کی طرف رجوع کر لیے''۔

ابوالحسن تبریزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام خلال رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں بطور حکایت بیان کیا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے حدیث ابن عکیم رضی اللہ عنہ میں تزلزل کو دیکھ کر توقف فرمایا لیا تھا، اور بعض نے فرمایا: اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا''۔ (کتاب الناسخ والمنسوخ / امام بدل بن ابی المعمر)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل چیزیں ثابت ہوئیں:

(الف) مفتی و عالم بڑا ہو یا چھوٹا، ضرورت پڑنے پر طلب حق کے لیے اس سے دلیل کا طلب کرنا معیوب نہیں (ب) اگر دلیل نہ ہو تو حق کو قبول کر لینا ائمہ کرام کی شان ہے، ہمیں انہیں کی اقتدا کرنی چاہیے۔

(۶) ''ایک مرتبہ عمرو بن عبید معتزلی (۸۰ھ-۱۴۴ھ- ۶۹۹ء-۷۶۱ء) نے کسی مسئلہ میں اپنی رائے پیش کی، جس میں اس سے خطا واقع ہوگئی تو واصل بن عطا معتزلی (۸۰ھ-۱۳۱ھ- ۷۰۰ء-۷۴۸ء) نے اس سے اس مسئلہ میں اس طور سے مناقشہ کیا کہ عمرو بن عبید کو مسئلہ مذکورہ کے متعلق اپنی رائے میں خاطی ہونا واضح ہو گیا تو یہ حق کی طرف یہ کہتے ہوئے پلٹا: میرے درمیان اور حق کے درمیان کوئی عداوت نہیں''۔ (المنية والعمل / امام ابن المرتضی)

اس عبرت آموز واقعہ سے مندرجہ ذیل چیزیں ثابت ہوتی ہیں:

(الف) اگر کسی مخالف کا خاطی ہونا واضح ہو تو اس کی ہتک عزت کی بجائے اس سے اس طور سے گفتگو کرے کہ اس پر حق واضح ہو جائے (ب) حق واضح ہو جائے تو بلا لومۃ لائم حق کو قبول کر لے اور خواہش نفسانی کو جگہ دیتے ہوئے حق سے روگردانی کر کے حق سے عداوت نہ کرے۔

(۷) عبید اللہ بن حسن عنبری بصری معتزلی (۱۰۵ھ- ۱۶۸ھ) کے شاگرد عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا:

''ایک مرتبہ ہم لوگ ایک جنازہ میں تھے، اس وقت میں نے اس سے ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھا، جس میں اس سے غلطی ہوگئی، میں نے اس سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے، اس مسئلہ کا حکم اس طرح ہے، وہ کچھ دیر تک سر جھکائے رہا، پھر سر اٹھایا اور کہا: جب تو میں اپنے قول سے رجوع کرتا ہوں۔ اس حال میں کہ میں بے قدر و چھوٹا ہوں، مجھے حق کے ساتھ کمتر رہنا باطل کے ساتھ بلند رہنے سے بدرجہا پسندیدہ ہے''۔ (تھذیب التھذیب / امام ابن حجر عسقلانی، ج ۲۲ ص ۴۸۳)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل چیزیں ثابت ہوئیں:

(الف) شاگرد اپنے استاذ کو اس کی خطا پر آگاہ کرسکتا ہے۔ شاگرد عموماً چھوٹا ہی ہوتا ہے، اس سے پتہ چلا کہ بڑا اگر شریعت سے منحرف ہو؛ تو چھوٹا بھی بڑے کو شریعت کے صحیح حکم کی جانب اس کی توجہ دلاسکتا ہے، بلکہ یہ اس کی ذمہ داری ہے (ب) شاگرد اگر استاذ یا کوئی چھوٹا کسی بڑے کو کسی شرعی حکم کی اطلاع دے یا اس کی خطا کی جانب توجہ دلائے تو واضح ہونے پر استاذ یا بڑے کو بلا چوں و چرا قبول کرنا لازم ہے، کیونکہ باطل میں پڑے رہنا عقلمندی نہیں۔

میں نے ائمہ کرام وسابقین کے ان واقعات کو ذکر کرنے میں کتاب "**نماذج من رسائل الأئمة السلف و ادبهم العلمي**" از رئیس القلم عبدالفتاح ابوغدہ سے استفادہ کیا ہے۔

یہ ہے فروعی مسائل میں ہمارے فقہائے سابقین کے آداب اختلاف کی ایک جھلک! لیکن آج فروعی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے ہم میں سے بہت سے لوگوں کا کیا حال ہے؟ مخالف پر طعن وتشنیع کرنا، اس کا مجمع عام میں استہزا کرنا، اس کا مذہب اہل سنت سے ہونے کو مشکوک بتانا، اس کے اسلام وایمان پر سوالیہ نشان قائم کرنا، بلکہ اس کا خاتمہ بالخیر نہ ہونے کا قول کرنا! آج وہابی، دیوبندی، نیچری وغیرہ کو چھوڑ کر سارا زور قلم وقوت گویائی اپنی سنی جماعت کے خلاف صرف کرنا، دیوبندیت و وہابیت گاؤں در گاؤں بڑھتی جارہی ہے اس کے علاج کے لیے خاطر خواہ اقدام نہ کرنا، قائل کے موجود ہوتے ہوئے قائل کی طرف رجوع کیے بغیر فتویٰ صادر کرنا! ہماری حالت عجیب وغریب ہوچکی ہے، اگر یہی حالت رہی تو اہل سنت وجماعت کا اللہ تعالیٰ ہی محافظ ہے۔

کیا ہم فروعی مسائل میں اختلاف کے باوجود نقطۂ اسلام واہل سنت وجماعت پر متحد نہیں ہوسکتے؟ کیا نفس کی بجائے ہم شریعت مطہرہ کو اپنا مقتدیٰ نہیں بناسکتے؟ کیا کسی کی طرف اپنا ہو یا غیر، یکساں منسوب شدہ بات کے لیے ثبوت شرعی کو دلیل نہیں بناسکتے؟ کیا ہم اہل سنت وجماعت آپس میں اپنے وغیر کی تفریق کا دامن نہیں چھوڑ سکتے؟ کیا ہم واٹس ایپ، فیس بک، اخبار، آڈیو، ویڈیو وغیرہ پر بھروسہ کرکے فیصلہ کرنا نہیں چھوڑ سکتے؟ کیا ہم کچھ ایسے افراد تیار نہیں کرسکتے جو معاملہ کی تحقیق کریں، اس کے بعد معاملہ کے متعلق حکم جاری کریں؟ کیا ہم حقوق العباد میں محتاط نہیں ہوسکتے؟ کیا ہم عیب جوئی وتجسس جیسے مہلک مرض سے چھٹکارا حاصل نہیں کرسکتے؟ کیا ہم مسائل فرعیہ میں اختلاف کی وجہ سے کسی کو ذلیل کرنا ترک نہیں کرسکتے؟ کیا ہمارا شریعت پر عمل کرنے کا دعویٰ ظاہر و باطن میں یکساں نہیں ہوسکتا؟ کیا ہم عوام کو اختلاف و انتشار کی تاریکی دینے کی بجائے اتحاد واتفاق کی روشنی نہیں دے سکتے؟ اگر ہم آنے والے صرف اسی ایک فرمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ سلم پر عمل کرلیں تو یقیناً ہم یہ سب باآسانی یا تھوڑی سی جد وجہد کے ساتھ کرسکتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((**من حسن إسلام المرء تركه مالا يعنيه**)) ترجمہ: ((اسلام کی عمدگی سے ہے کہ انسان فضول باتوں کو چھوڑ دے)) (حدیث حسن، سنن الترمذی وغیرہ)

میں نے مانا میری آواز نہیں جائے گی
دور دیوار سے ٹکراکے پلٹ آئے گی

اب بھی موقع ہے اندھیروں کا کرو کوئی علاج
ورنہ یہ نسل اجالوں کو ترس جائے گی

نوٹ: رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اگر سالانہ زر تعاون ختم ہوگیا ہے یا ایک سو پچاس روپیے کے ذریعہ ابھی تک سالانہ ممبرشپ جمع نہ کرسکے ہیں تو فوراً منی آرڈر یا ڈرافٹ یا ای پمینٹ کے ذریعہ اس کی ممبری فیس ارسال فرماکر رسالہ کو ترقی دیں۔ مہربانی ہوگی۔ (ادارہ)

قسط اول

غیر منقسم ہندوستان میں فقہ حنفی کی اشاعت

سید شہباز اصدق

اسلام سے ہندوستان جنت نشان کا رشتہ اتنا ہی قدیم ہے، جتنا کہ عرب کی پرنور فضاؤں سے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب فاران کی چوٹی سے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدائے حق بلند فرمائی تو اس کی گونج عرب وعجم سارے جہان میں یکساں محسوس کی گئی۔ چنانچہ اقالیم عالم میں بسنے والے ستودہ صفات ومحمودہ عادات بندگان خدا لبیک یارسول اللہ، لبیک یارسول اللہ کا نعرۂ مستانہ لگاتے ہوئے حاضر دربار گہربار ہوئے، بالخصوص ہندوستان سے خواجہ ہند بابا رتن ہندی رضی اللہ عنہ گل طیبہ کی بھینی بھینی خوشبو کے سہارے ہندوستان سے کشاں کشاں شہر نبی مدینہ منورہ پہنچے اور شرف صحابیت سے مشرف ہوئے۔ یوں ہندوستان پیغمبر اسلام علیہ السلام کی حیات ظاہری میں ہی اسلام کے اٹوٹ بندھن میں بندھ گیا۔ پہلی صدی ہجری کے اواخر میں عظیم مجاہد اسلام محمد بن قاسم ثقفی علیہ الرحمہ کی سپہ سالاری میں اسلامی لشکر نعرۂ تکبیر ورسالت کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوا، اور اپنی جوانمردی، شجاعت و بہادری کے بل پر بندرگاہ سورت سے لیکر ملک کشمیر تک تمام مغربی ہندوستان کو مفتوح ومحکوم کر لیا، جس کے بعد ہی ہندوستان کے مفتوحہ علاقوں میں اسلامی احکام کا نفاذ عمل میں آیا، اس طرح پہلی بار ہندوستان کا کان فقہ اسلامی سے آشنا ہوا۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ قرن اول میں ہی ہندوستان کی سرزمین احکام قرآن اور فقہ اسلام سے لالہ زار ہو چکی تھی۔

معطر ہے اسی کوچہ کی صورت ، اپنا صحرا بھی
کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے

تاہم اس وقت تک فقہ اسلامی کسی مستقل علم کی صورت میں باضابطہ مدون ومرتب نہیں تھی، بلکہ عوام مسلمین، کبار صحابہ واجلہ تابعین کے صادر کردہ فتاویٰ پر عمل کیا کرتے تھے۔ دوسری صدی ہجری میں جب فقہ اسلامی کو سیدنا امام اعظم نعمان بن ثابت المعروف بہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ کی ایک جماعت نے باضابطہ فن کے طور پر مدون ومرتب کیا، جس کے ساتھ ہی فقہی مذہب ومسلک کا وجود عمل میں آیا تو ہندوستان میں موجود فقہا ومحدثین نے بانی وموجد فقہ جدید، سراج الامہ، کاشف الغمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ کو سینے سے لگایا اور مسلک ابوحنیفہ پر فتاویٰ صادر کرکے فقہ حنفی پر عمل کی دیوار کھڑی کی۔

چھ سو سال قبل کے معروف مؤرخ علامہ ابن خلکان کے حوالے سے مشہور نقاد شبلی نعمانی نے لکھا۔ یہ مسائل جو فقہ حنفی کے نام سے موسوم ہیں، نہایت تیزی سے تمام ملک میں پھیل گئے، عرب میں تو چنداں ان مسائل کو رواج نہ ہوا، کیونکہ مدینہ میں امام مالک اور مکہ میں اور ائمہ ان کے حریف مقابل موجود تھے، لیکن عرب کے سوا تمام ممالک اسلامی میں جن کی وسعت سندھ سے ایشیائے کوچک تک تھی، عموماً انہی کا طریقہ جاری ہوگیا، ہندوستان، سندھ، کابل، بخارا، وغیرہ میں تو ان کے اجتہاد کے سوا کسی کا اجتہاد تسلیم ہی نہیں کیا جاتا، دوسرے ممالک میں گو شافعی، حنبلی فقہ کا رواج ہوا، لیکن فقہ حنفی کو دبا نہیں سکا [سیرت النعمان ص ۱۴۱]

فقہ حنفی اپنے نقطہ آغاز سے ملک عزیز ہندوستان کے ہر علاقہ میں معمول بہ رہی اور آج تک ہے۔ اس کا سہرا گروہ ثلاثہ سلاطین، مشائخین اور علما ربانین کی مساعی جمیلہ کے سر ہے۔ ہندوستان کے

مسلم سلاطین نے کمال دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فقہ حنفی کی جمع و تدوین کا کارنامہ انجام دیا اور اسے سرکاری وملکی قوانین کا درجہ دیکر ملک میں بسنے والی رعایا کی توجہ کا مرکز بنایا۔ دلوں پہ حکمرانی کرنے والے صوفیائے کرام نے ملک میں بسنے والے لاکھوں مسلموں ونو مسلموں کو فقہ حنفی کے مطابق عمل کی تلقین کرکے گھر گھر حنفیت کا پرچم نصب کیا اور علمائے ربانین نے دارالافتا کی مسند جلیلہ پر جلواہ افروز ہوکر عوام الناس کے مسائل کی گرہ کشائی کے لیے فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ صادر کیا اور فقہ حنفی کے مطابق مسائل شرعیہ پر مشتمل کتب و رسائل تحریر فرما کر حنفی مسلک کے اخذ وتحصیل کی راہ آسان فرمائی۔ ملت اسلامیہ ہند کی اس سہ طرفہ کوشش سے فقہ حنفی اور مسلک احناف کو ایسی عام قبولیت حاصل ہوئی کہ آج تیرہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی بر صغیر کا ہر گھر فقہ حنفی کا عامل اور مسلک ابوحنیفہ کا ترجمان ہے۔

سرزمین ہندوستان میں تاریخ فقہ حنفی کا مختصر جائزہ لینے کے لیے ذیل میں عہد قدیم سے لیکر اب تک منظر عام پر آنے والی مقتدر سلاطین اور علما و مشائخین کی چند عظیم فقہی تصانیف کا مختصر تذکرہ اور اجمالی تعارف پیش کرتے ہیں، تاکہ ہندوستان جنت نشان میں فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت اور علما، فقہا، صلحا اور سلاطین کی فقہی اور مسلکی خدمات کا اندازہ ہو سکے۔

فقہ حنفی پر مسائل شرعیہ کو مرتب کرکے کتابی شکل میں طباعت و اشاعت کا سلسلہ ہندوستان میں کب سے شروع ہوا، اس سلسلے میں بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ مبارک سلسلہ سلطان محمود غزنوی متوفی ۴۲۲ھ کے عہد میں شروع ہوا، جبکہ بعض مورخین ساتویں صدی ہجری کو کتب فقہ حنفی کے آغاز کا سال تسلیم کرتے ہیں، تاہم تیسری صدی ہجری کے اواخر میں مسائل شرعیہ فقہیہ پر مشتمل سندھی یا ہندی زبان میں ایک منظوم رسالہ کا ذکر تاریخ کے اوراق میں موجود ہے ، چنانچہ عجائب الھند کے مصنف جناب بزرگ بن شہر یار صاحب فقہی مسائل پر مشتمل ایک کتاب کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراہیں۔ ابو محمد حسن بن عمر وحمویہ بن حرام بن حمویہ نجیدی لکھتے ہیں کہ میں ۲۸۸ھ میں سندھ کے مشہور شہر منصورہ میں مقیم تھا کہ وہاں کے بعض ثقہ لوگوں نے مجھے بتایا کہ ۲۷۰ھ میں سندھ کا والی عبداللہ بن عمر ہباری مقرر ہوا، اس کا دارالسلطنت منصورہ تھا ۲۷۰ھ ہی میں سندھ کے ایک شہر ارور کے ہندو راجہ نے جس کا نام عربوں کے نزدیک مہروک بن رائک تھا، منصورہ کے حاکم عبداللہ بن عمر ہباری سے درخواست کی کہ اس کو سندھی (اور بعض کے نزدیک ہندی) زبان میں مذہب اسلام کی بنیادی تعلیم سے متعلق معلومات قلم بند کر کے بھیجی جائیں۔ عبداللہ بن عمر ہباری نے ایک شخص کو بلایا جو اصلاً عراق کا باشندہ تھا، مگر اس کی پرورش اور تعلیم وتربیت منصورہ میں ہوئی تھی، وہ نہایت ذہین اور سمجھدار آدمی تھا اور اس ملک کی متعدد زبانوں سے واقفیت رکھتا تھا۔ عبد اللہ ہباری نے اس کے سامنے راجہ کی خواہش بیان کی، چنانچہ اس عالم نے ایک قصیدہ تیار کیا اور راجہ مذکورہ کی خواہش کے مطابق اس میں تمام اسلامی تعلیمات بیان کیں، عبد اللہ نے یہ قصیدہ راجہ مہروک بن رائک کے پاس بھیج دیا، راجہ نے یہ قصیدہ سنا تو بہت خوش ہوا، اور عبداللہ سے اس شاعر اور عالم کو اپنے دربار میں بھیجنے کی درخواست کی۔ عبداللہ نے اس عالم کو بھیج دیا، وہ تین سال وہاں مقیم رہے۔[فقہائے ہند جلد اول ص ۹۰]

مذکورہ منظوم رسالہ کا بس کتابوں میں تذکرہ موجود ہے۔ نہ یہ رسالہ محفوظ ہے، نہ ہی مصنف کے نام اور احوال کا پتہ ہے، لیکن مؤلف موصوف کو منتخب کرنے والے عبداللہ بن عمر ہباری حنفی، ان کے آبا میں عبدالعزیز بن عمر ہباری حنفی اور اولاد میں معروف بزرگ حضرت زکریا ملتانی جلیل القدر حنفی صوفی تھے، اس لئے ظن داعی ہے کہ عبداللہ ہباری حنفی کے منتخب وگمنام عالم وفقیہ بھی حنفی ہوں گے۔ اور شرعی تعلیمات پر مشتمل ان کی نظم بھی حنفی فقہ کا آئینہ دار ہوگی۔ فقہ حنفی کے موضوع پر ملک ہند کی مشہور کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) التفریدفی الفروع

چوتھی صدی ہجری کا عہد اسلام اور فقہ اسلامی کے لیے بہت مبارک ومسعود ثابت ہوا۔ اسی عہد میں سلطان محمود غزنوی المتوفی ۴۲۲ھ نے ہندوستان کو فتح کرکے اس سرزمین پر پرچم اسلام بلند

کیا اور والی ہندوستان کی حیثیت سے یہاں علم وفن کے شعبہ جات کو فروغ دے کر اس سرزمین کو علما ومشائخ کا مرکز بنا دیا، چنانچہ مما لک عالم کے علما، فضلا وفقہا نے ہندوستان کی دینی درسگاہوں کی طرف رجوع کیا اور یہاں کے بادۂ علم وعرفان سے خوب خوب سیرابی حاصل کی، تاریخ سلاطین آل غزنی میں مرقوم ہے۔ وجوق در جوق تشنگان علوم از سائر بلاد ہند وولایتہائے کاشیغر و ماوراء النھر وعراق و بخارا وسمرقند وخراسان وغزنی وغیرہ ذلک۔[آب کوثر ص ۲۰۶]

غزنی دور میں بلاد ہند، کاشغر، ماوراء النھر، عراق، بخارا، سمرقند، خراسان اور غزنی وغیرہ مما لک سے لوگ گروہ در گروہ لاہور میں آتے اور یہاں کے علم وفضل سے نفع اندوز ہوتے۔

سلطان محمود غزنوی نہ صرف فن حرب وضرب کے مالک، شجاعت و بہادری کے مرد میداں، ہمت وحوصلہ کے کوہ ہمالہ تھے، بلکہ علوم شرعیہ وفنون دینیہ کے زبردست عالم وفاضل بھی تھے۔ عرفان قرآن اور فہم حدیث کی دولت گراں مایہ سے مالا مال تھے، فقہ حنفی میں تو انھیں ید طولیٰ حاصل تھا، اس کا اعتراف تمام اصحاب تاریخ وارباب تحقیق کو ہے۔ اس عظیم بادشاہ نے ساٹھ ہزار مسائل فقہیہ پر مشتمل ایک ضخیم تصنیف ''التفرید فی الفروع'' فقہ حنفی میں مرتب کیا تھا، جسے ہندوستان کی تاریخ میں فقہ حنفی پر اولین دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔ حاجی خلیفہ جنھوں نے اپنی مایہ ناز کتاب کشف الظنون میں کئی ہزار کتابوں کا تعارف کرایا ہے، وہ محمود غزنوی کی اس عظیم شاہکار کا تذکرہ وتعارف کراتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

التفريد في الفروع ۔للسلطان محمود بن سبكتكين الغزنوي الحنفي ثم الشافعي المتوفي سنة ۴۲۲ھ اثنتين و عشرين و اربعمائة ،قال الامام مسعود بن شيبة كان السلطان المذكور من اعيان الفقهاء و كتابه هذا مشهور في بلاد غزنة و هو في غاية الجودة و كثرة المسائل و لعله نحو ستين الف مسئلة،انتهى–و في التاتارخانية نقول منه۔ [كشف الظنون عن اسامي الكتب والفنون، المجلد الاول، کالم ۴۲۶]

(ترجمہ) ''التفرید فی الفروع'' سلطان محمود بن سبکتگین غزنوی حنفی ثم شافعی کی تصنیف ہے، جن کا وصال ۴۲۲ھ میں ہوا۔ امام مسعود بن شیبہ نے فرمایا کہ سلطان محمود اعیان فقہا میں سے تھے اور اس کی یہ کتاب بلاد غزنہ میں بہت مشہور تھی، عمدگی اور کثرت مسائل میں اس کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، یہ کتاب تقریباً ساٹھ ہزار مسائل پر مشتمل ہے، تاتارخانیہ میں اس سے مسائل اخذ کئے گئے ہیں۔

فقہ حنفی پر مشتمل اس عظیم قاموس نے منظر عام پر آتے ہی ہندوستان میں درجہ قبولیت حاصل کرلیا۔ وقت اشاعت سے کئی صدیوں تک ہندوستان کے علما، فضلا وفقہا میں یکساں مقبول رہا۔ علما اس کا درس دیتے رہے، فضلا ومسند نشینان دارالافتا اس کے مطابق فتاویٰ اور کتابوں میں اس کے حوالے درج کرتے رہے، چنانچہ ساتویں صدی ہجری کی عظیم فقہی شاہکار'' فتاویٰ تاتارخانیہ'' میں'' التفرید فی الفروع'' کا حوالہ متعدد جگہ موجود ہے، جیسا کہ حاجی خلیفہ کی مذکورہ عبارت سے بھی ظاہر ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں منظر عام پر آنے والا یہ فقہی مجموعہ ساتویں صدی ہجری تک علما، فضلا وفقہا میں معمول ومقبول تھا۔ سلطان محمود غزنوی کا یہ وہ عظیم علمی، فقہی اور تاریخی کارنامہ ہے جو افق ہند پر حنفی آفتاب کی صورت میں نمودار ہوا، اور ضیائے احناف سے ارض ہند کو منور ومجلیٰ کردیا۔

(۲) الفتاویٰ الغیاثیہ

ساتویں صدی ہجری میں ''الفتاویٰ الغیاثیہ'' افق ہند پر نمودار ہوا۔ یہ فقہی ذخیرہ سلطان غیاث الدین بلبن المتوفی ۶۸۶ھ کے عہد کا مایہ ناز علمی وفقہی کارنامہ ہے، جسے سلطان کے عہد کے عظیم فقیہ و مفتی شیخ داؤد بن یوسف الخطیب حنفی نے احناف کی معتبر ومستند کتابوں مثلاً ذخیرہ، الصاعدی، الشامل، فتاویٰ سمرقندی، ظہیریہ، طحاوی وغیرہ سے عربی زبان میں مرتب کیا تھا۔[برصغیر میں علم فقہ]

ایضاح المکنون فی ذیل کشف الظنون کے مصنف اسماعیل باشا البغدادی ''فتاویٰ غیاثیہ'' کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الفتاوى الغياثية تاليف داود بن يوسف الخطيب الحنفي ....اهداه للسلطان ابى المظفر غياث الدين

الیمین[ایضاح المکنون جلد۲ کالم ۱۵۷]

عہد بلبن کے اس فقہی گلدستہ نے سرزمین ہند پر حنفیت کی ترویج واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا، دنیا بھر کے علما،فقہا نے اس بے مثال حنفی اکیڈمی سے خوب خوب استفادہ کیا۔دسویں صدی ہجری کے معروف عالم،ممتاز مفتی اور فقیہ اعظم علامہ محمد جعفر بن عبد الکریم الحنفی المعروف بمیران بن یعقوب بوبکانی سندھی نے اپنی معروف تالیف''المتانۃ فی مرمۃ الخزانۃ'' میں متعدد فقہی مسائل'' فتاویٰ غیاثیہ'' کے حوالے سے درج کیا ہے۔عرب دنیا میں بھی چودھویں صدی ہجری کے آغاز تک مذکورہ فتاویٰ کی طباعت و اشاعت ہوتی رہی ہے۔

اسحاق بھٹی پاکستانی نے اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے۔ فتاویٰ غیاثیہ کے مصنف کا نام شیخ داؤد بن یوسف الخطیب ہے، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں اس فتاویٰ کے دو نسخے ہیں، ایک مطبوعہ مصر ۱۳۲۱ھ کا، جو ۹۴ رصفحات پر محیط ہے اور ایک قلمی نسخہ جو ۱۱۱ رصفحات پر مشتمل ہے[برصغیر میں علم فقہ ص ۶۱]

الغرض فتاویٰ غیاثیہ نے ہندوستان کی فقہی تاریخ اور حنفی خدمات میں ایک خاص مقام حاصل کیا اور حنفی مسلک فتاویٰ غیاثیہ کے زیر سایہ خوب خوب پروان چڑھا ۔

(۳) فتاویٰ قراخانی

یہ آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں منصۂ شہود پر آنے والا قیمتی سرمایہ اور مسلک بوحنیفہ کا ترجمان ہے ۔سینکڑوں صفحات پر مشتمل فقہ حنفی کا یہ وہ بے نظیر تاریخی کارنامہ ہے، جسے جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے عہد میں محقق عصر مفتی صدرالدین الحنفی نے تصنیف فرمایا، مگر ذی وقار مصنف نے اس کی اشاعت سے قبل ہی داعی اجل کو لبیک کہا۔چنانچہ ان کے وصال کے بعد سلطان فیروز شاہ خلجی کے بھتیجے سلطان علاءالدین کی مرضی ومنشاء کے مطابق قبول قراخاں نے اس فقہی تصنیف کو مرتب کر کے اہل علم کے دارالمطالعہ تک پہنچانے کی ممنون ومشکور سعی فرمائی۔

ہندوستان کا یہ ضخیم فقہی مرقعہ دنیا کی مختلف لائبریریوں میں موجود ہے ۔اسحاق بھٹی نے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے مخطوطہ کا تعارف ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔فتاویٰ قراخانی ایک فقہی مخطوطہ ہے جو فقہ احناف کے مسائل پر مشتمل ہے اور فارسی زبان میں ہے،اس کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے شیرانی کلیکشن میں ہے،جس کا نمبر ۱۶۸۲/۳۵/۴۷ ہے ۔یہ نسخہ اس وقت ہمارے پیش نگاہ ہے، اس کے آغاز میں بتایا گیا ہے کہ یہ مولانا امام ہمام صدر الملت والدین یعقوب مظفر کرامی کا تصنیف کردہ ہے، پنجاب یونیورسٹی لائبریری کا یہ مخطوطہ ۳۶۲ راوراق پر مشتمل ہے،اس کا سائز ۷+۴، ۱۰ ہے اور ۱۳ سے ۲۳ تک سطور ہیں۔آخری ورق پر اس مخطوطہ کے کاتب کا نام اسماعیل عماد قاسم احمد قریشی مرحوم ہے، جو بوقت ظہر بدھ کے روز یکم محرم ۹۳۶ھ کو اس کی کتابت سے فارغ ہوئے۔[برصغیر میں علم فقہ ص ۸۰]

موصوف نے چند سطور بعد اس کتاب کے انداز واسلوب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا۔فتاویٰ قراخانی شروع سے آخر تک جواب وسوال کی صورت میں ہے،سوال کے لیے مصنف نے لفظ استفتا استعمال کیا ہے یعنی مصنف جس مسئلہ کو زیر بحث لاتے ہیں،عنوان قائم کر کے پہلے اس کے بارے میں بصورت استفتا ایک سوال اٹھاتے ہیں، پھر اس کا جواب دیتے ہیں ۔جواب فقہ حنفی کی مختلف کتابوں کے حوالے سے دئے گئے ہیں ۔اصل کتاب فارسی میں ہے،لیکن مسئلہ زیر بحث سے متعلق جس کتاب کا حوالہ دینا مقصود ہو ،اس کی اصل عبارت درج کرتے ہیں۔[برصغیر میں علم فقہ ص ۸۰]

فتاویٰ قراخانی کو ہندوستان کی فقہی اکیڈمی میں خوب خوب پذیرائی حاصل ہوئی ۔معاصر فقہا نے مہر تصدیق ثبت کی، اخلاف نے اس پر تکیہ کیا اور ہندوستان کی حنفی آبادی پر یہ فقہی مجموعہ شجر برگ بار کی صورت میں صدیوں تک سایہ فگن رہا، آج اگر چہ فتاویٰ قراخانی چند لائبریریوں کی الماریوں میں مخطوطہ کی شکل میں بند، قارئین کی نظروں سے اوجھل ہے، تاہم اس اعتبار سے آج بھی اس کا فیضان جاری وساری ہے کہ تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے کتب فتاویٰ کے انداز واسلوب پر اسی کی جا گیرداری ہے۔(جاری)

قومی مسائل **قسط اول**

شریعت اپلی کیشن ایکٹ {1937}

طارق انور مصباحی (کیرلا)

دربار رسالت اور تذکرۂ ہند

تاجدار دوجہاں، عالم ما یکون وما کاں، شہر یار ارم، سید عرب وعجم، نو بہار شفاعت، نیر برج سعادت حضرت سیدنا وسندنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کے دربار اعظم میں بھی ہمارے وطن مالوف کا چرچا ہوا۔ دربار عالی میں ایک ہندوستانی بادشاہ کا تحفہ خلعت قبولیت پایا، نیز حضرت تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجاہدین ہند کو جنت کی بشارت سے سرفراز فرمایا، جیسا کہ مجاہدین قسطنطنیہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فردوس بریں کی خوشخبری عطا فرمائی، زہے نصیب کہ حضرت حبیب معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر ہمارے وطن عزیز کا نام آیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک حمداً اوافراً

(۱) حاکم ابوعبداللہ نیشا پوری (۳۲۱ھ-۴۰۵ھ) نے تحریر فرمایا ﴿عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَھْدٰی مَلِکُ الْھِنْدِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَرَّۃً فِیْھَا زَنْجَبِیْلٌ فَاَطْعَمَ اَصْحَابَہٗ قَطْعَۃً قَطْعَۃً وَاَطْعَمَنِیْ مِنْھَا قَطْعَۃً﴾ (المستدرک علی الصحیحین کتاب الاطعمہ ج۴ص۱۵۰)

(ترجمہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہندوستان کے بادشاہ نے حضرت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک گھڑا تحفہ دیا، جس میں سونٹھ تھی، پس حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے ہر ایک کو ایک ٹکڑا کھانے کو دیا اور مجھے بھی اس کا ایک ٹکڑا کھانے کو عطا فرمایا۔

امکان قریب ہے کہ یہ سونٹھ تحفہ دینے والا بادشاہ کیرلا کا راجہ ''چرمان پرمال'' {Cheraman Perumal} ہو، کیونکہ سونٹھ (زنجبیل) کی زیادہ کاشتکاری ریاست کیرلا میں ہوتی ہے اور قرین قیاس یہی ہے کہ اسلام کا پیغام کیرلا میں پہلی صدی ہجری میں ہی پہنچا۔ کیونکہ عرب تجار کیرلا آتے جاتے رہتے تھے اور اہل عرب، کیرلا سے گذرتے ہوئے سمندری راستے سے بغرض تجارت جزیرہ سماترہ (انڈونیشیا) تک جاتے تھے۔ عرب تاجروں نے ہی اسلام کو انڈونیشیا تک پہنچا دیا اور وہاں اسلام کو بہت زیادہ فروغ ملا۔

(۲) ﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ وَعَدَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزْوَۃَ الْھِنْدِ فَاِنْ اَدْرَکْتُھَا، اُنْفِقْ فِیْھَا نَفْسِیْ وَ مَالِیْ – فَاِنْ اُقْتَلْ، کُنْتُ مِنْ اَفْضَلِ الشُّھَدَاءِ وَ اِنْ اَرْجِعْ فَاَنَا اَبُوْھُرَیْرَۃَ الْمُحَرَّرُ﴾ (سنن نسائی ص۵۲ ج۲)

(۳) ﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَعَدَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزْوَۃَ الْھِنْدِ فَاِنْ اَدْرَکْتُھَا، اُنْفِقْ فِیْھَا نَفْسِیْ

وَمَالِیْ–وَاِنْ قُتِلْتُ،کُنْتُ اَفضَلَ الشُّهَدَاءِ وَاِنْ رَجَعْتُ فَاَنَا اَبُوْهُرَیْرَةَ الْمُحَرَّرُ﴾(سنن نسائی ج۲ص۵۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت سلطان دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے جنگ ہند کا وعدہ فرمایا، پس اگر میں اسے پاؤں تو اس میں اپنی جان و مال خرچ کروں، پھر اگر میں قتل ہو جاؤں تو میں افضل شہداء میں سے ہو جاؤں اور اگر میں لوٹ کر آؤں تو میں (جہنم سے) آزاد ابو ہریرہ ہو جاؤں۔

(۴)﴿عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِصَابَتَانِ مِنْ اُمَّتِیْ حَرَّرَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ–عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ تَکُوْنُ مَعَ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ﴾(سنن نسائی ج۲ ص۵۲)

ترجمہ: حضرت سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رب تعالیٰ نے ہماری امت کی دو جماعت کو جہنم سے آزاد فرما دیا۔ایک وہ جماعت جو ہندوستان میں جنگ کرے اور ایک وہ جماعت جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہے۔

توضیح: ان احادیث مصطفویہ سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ہندوستان کو فتح کرنے والے مجاہدین جہنم سے آزاد ہیں۔ہاں، یہ سوال جواب طلب رہے گا کہ صرف قسطنطنیہ اور ہند کے فاتحین کو جنت کی بشارت کیوں دی گئی؟ قسطنطنیہ نصرانیت کا مرکز تھا اور ہندوستان ہندومت کا مرکز تھا۔کیا ان دونوں مذاہب سے اسلام کو زیادہ خطرہ تھا؟ خیال رہے کہ یہودیوں کا مرکز قلعہ خیبر عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں مسلمانوں کے قبضہ میں آ چکا تھا اور قوم یہود منتشر ہو چکی تھی۔ورنہ نصرانیت و ہندومت سے زیادہ خطرناک یہودیت تھی۔اب جبکہ مغربی ممالک کے سہارے فلسطین میں یہودیوں نے قبضہ جما لیا ہے، پھر مشرق وسطیٰ کے لیے یہودیوں کا وجود ایک ناسور بن چکا ہے۔

سلطنت مغلیہ کا خاتمہ اور ہندی مسلمانوں کی شوکت کا زوال

سال ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی میں اہل وطن اپنا مقصود و مطلوب نہ پا سکے۔نتیجہ کے طور پر سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہو گیا۔اس کے بعد رفتہ رفتہ ملک میں برطانوی قوانین کا نفاذ ہونے لگا۔برطانوی حکومت{British Government}نے ہندوستانی اقوام یعنی مسلم، ہندو، پارسی، سکھ وغیرہ کے پرسنل لا کے علاوہ تمام قوانین کو جدید یوروپین قوانین سے بدل دیا۔یوروپین قوانین، پبلک قانون {Public Law} کے نام سے متعارف ہیں اور اقوام ہندیہ کے مذہبی و سماجی قوانین کو پرسنل لا{Personal Law} کے نام سے شہرت ملی۔آزادی ملک کے بعد برٹش گورنمنٹ کے قوانین کو کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ دستور ہند{Constitution if India} میں شامل کر لیا گیا۔اسی طرح برطانوی عہد کے تمام نافذ العمل قانون اور موجودہ قانون کو قابل عمل قرار دیا گیا۔

{Shariat Application Act,1937}

شریعت اپلی کیشن ایکٹ(۱۹۳۷ء) میں مسلمانوں کے متعدد عائلی امور کو پرسنل لا کے تحت درج کیا گیا ہے۔اسی طرح ہندو پرسنل لا، پارسی پرسنل لا، کرسچین پرسنل لا کے لیے بھی متعدد ایکٹ پاس کیے گئے۔شریعت اپلی کیشن ایکٹ کی اہم عبارت{Passage}درج ذیل ہے۔

"Notwithstanding any custom or usage to the contrary, in all questions {save questions relating to agricultural land} regarding intestate succession, special

property of females, including personal property inherited or obtained under contract or gift or any other provision of Personal Law, marriage, dissolution of marriage, including talaq, ila, zihar, lian, khula and mubarat, maintenance, dower, guardianship, gifts, trusts and trust properties and wakfs {other than charities and charitable institutions and charitable and religious endowments} the rule of decision in cases where the parties are Muslims shall be the Muslim Personal Law {Shariat}.{Act No. 26 of 1937 dated 7th October 1937}

خلاصہ: شریعت اپلی کیشن ایکٹ میں اس امر کو قانونی حیثیت دی گئی کہ اگر فریقین مسلم ہوں تو ایکٹ میں مندرج امور سے متعلق ہر قسم کے فیصلے مسلم پرسنل لا یعنی شریعت کے مطابق ہوں گے۔ وہ امور یہ ہیں۔(۱) بلا وصیت فوت ہونے والے کی جانشینی (۲) عورتوں کی خاص جائیداد و مال بشمولیت ذاتی مال و جائیداد جو وراثت میں ملی ہو، یا بذریعہ نکاح حاصل ہوئی ہو، یا تحفہ یا اس کے پرسنل لا کے مطابق کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہو۔(۳) شادی (۴) شادی کی تحلیل بشمول طلاق، ایلا، ظہار، لعان، خلع ومبارات (۵) نان ونفقہ (۶) جہیز (۷) سرپرستی (ولایت)(۸) تحائف (۹) ٹرسٹ اور ٹرسٹ کی جائیدادیں (۱۰) اوقاف، اسی طرح صدقات وخیرات اور خیراتی ادارہ جات اور خیراتی و مذہبی چندے۔

برطانوی قوانین اور دستور ہند

جمہوری ہند کے دستور میں برطانوی عہد کے تمام نافذ قانون وموجودہ قانون{Existing Law & Law in force} کو برقرار رکھا گیا۔ صرف آزادی ہند ایکٹ: ۱۹۴۷ء اور انڈیا گورنمنٹ ایکٹ: ۱۹۳۵ء کو منسوخ کیا گیا۔ چونکہ ہندوستان آزاد ہو چکا تھا، اس لیے آزادی ہند ایکٹ: ۱۹۴۷ء کو منسوخ کر دیا گیا اور دستور ہند {Constitution of India} ترتیب دیا جا چکا تھا، اس لیے انڈیا گورنمنٹ ایکٹ: ۱۹۳۵ء کو منسوخ کر دیا گیا۔ دستور ہند کی درج ذیل دفعات میں ان امور کی تفصیل مرقوم ہے۔

(۱) آزادی ہند ایکٹ: ۱۹۴۷ء اور انڈیا گورنمنٹ ایکٹ: ۱۹۳۵ء کی منسوخی۔

{Act: 395 The Constitution of India Page 274}

(۲) موجودہ قانون سے برطانوی عہد کا رائج قانون مراد ہے۔

{Act: 366 {10} The Constitution of India Page 242}

(۳) نافذ قانون سے برطانوی حکومت کا جاری قانون مراد ہے۔

{Act: 372 The Constitution of India Page 267-268}

(۴) نافذ وموجود قوانین کے مطابق عدالتوں کو حق سماعت۔

{Act: 225 & 135 The Constitution of India Page 112 & 69}

(۵) نافذ وموجود قوانین حسب سابق قابل عمل ہوں گے۔

{Act:13 The Constitution of India Page 6}

برطانوی عہد میں پرسنل لا ایکٹ

برطانوی عہد میں ہندوستان کے مختلف اہل مذاہب کے پرسنل لا سے متعلق بہت سے ایکٹ منظور کیے گیے تھے۔ چونکہ قوم مسلم کے اصول وضوابط قرآن وحدیث اور فقہی کتابوں میں مرقوم ہیں ،اس لیے شریعت اپلی کیشن ایکٹ میں متعدد امور کی صرف منظوری دی گئی۔ ہندو مذہب میں باضابطہ اصلاح کی کوشش ہوئی۔ برطانوی حکومت اور قوم ہنود دونوں ہی اصلاح کی خواہاں تھیں۔ برطانوی حکومت کو ہندو مذہب کا ستی{Sati} کا قانون سخت ناپسند تھا۔اس قانون کی رو سے بیوہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ زندہ جل جاتی تھی ،یہ سخت ظالمانہ قانون تھا۔اسی طرح قوم ہنود بیوہ عورت کو انتہائی منحوس خیال کرتی تھی۔ چھوت چھات کا رواج بھی تہذیب واخلاق سے بہت دور تھا۔

برطانوی حکومت وجمہوری حکومت میں اقوام ہند کے پرسنل لاز اور مذہبی ،فلاحی وسماجی امور سے متعلق منظور کیے جانے والے قوانین مذکورہ ذیل ہیں۔15 / اگست ۱۹۴۷ء سے قبل کے قوانین برطانوی حکومت کے بنائے ہوئے ہیں اور آزادی کے بعد کے قوانین جمہوری حکومتوں کے وضع کردہ ہیں۔جمہوری قوانین کی طرح بہت سے برطانوی قوانین بھی آج تک نافذ العمل ہیں۔

لاکمیشن آف انڈیا نے اپنی رپورٹ نمبر248 /مؤرخہ 12 / ستمبر ۲۰۱۴ء میں زمرہ 34 / میں 31 / پرسنل لاز اور زمرہ 5 / میں 21 / مذہبی وفلاحی قوانین کا ذکر کیا ہے ،جو تاحال نافذ ورائج ہیں۔جیسا کہ لاکمیشن نے اس رپورٹ میں خود وضاحت کی ہے کہ قوانین کے موجودہ مجموعات میں موضوعاتی زمرہ سازی اور متعدد گروپ میں درجہ بندی کا طریقہ کار اختیار کرنے سے موجودہ ایک ہزار چھیاسی (1086)مرکزی قوانین کو 49 /مخصوص موضوعاتی خانوں میں مرتب کرنا آسان ہوا۔

"By taking recourse to methodology of drawing subject-categories and mapping out classification into groups existing corpus of statutes, it became easier to organize all existing Central laws numbering 1086 into 49 carefully demarcated "subject-categories". {Law Commission of India, Report No.248 Page 5}

Personal Law Acts

1-Caste Disabilities Removal Act, 1850 **2**-Convert,s Marriage Dissolution Act, 1866 **3**-Indian Divorce Act, 1869 **4**-Indian Christian Marriage Act, 1872 **5**-Married Women,s Property Act, 1874 **6**-Kazis Act, 1880 **7**-Marriage Validation Act, 1892 **8**-Anand Marriage Act, 1909 **9**-Hindu Disposition of Property Act, 1916 **10**-Indian Succession Act, 1925 **11**-Hindu Inheritance {Removal of Disabilities} Act, 1928 **12**-Hindu Gains of Learning Act, 1930 **13**-Jabbalpore and Chhattisgarh Divisions {Divorce Proceedings Validation} Act, 1935 **14**-Parsi Marriage and Divorce Act, 1936 **15**-Bangalore Marriages Validating Act, 1936 **16**-Arya Marriage Validation Act, 1937 **17**-Muslim

Personal Law {Shariat} Application Act, 1937 **18**-Cutchi Memons Act, 1938 **19**-Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939 **20**-Indian Matrimonial Causes {War Marriages} Act, 1948 **21**-Part B States Marriages Validating Act, 1952 **22**-Special Marriage Act, 1954 **23**-Hindu Marriage Act, 1955 **24**-Hindu Succession Act, 1956 **25**-Hindu Minority and Guardianship Act, 1956 **26**-Hindu Adoptions and Maintenance Act, 1956 **27**-Miscellaneous Personal Laws {Extension} Act, 1959 {Reprint 1976} **28**-Married Women,s Property {Extension} Act, 1959 **29**-Hindu Marriages {Validation of Proceedings} Act, 1960 **30**-Foreign Marriage Act, 1969 **31**-Muslim Women {protection of Rights on Divorce} Act, 1986 {Law Commission of India, Report No.248 Page 96 & 97}

Charitable and Religious Institutions; Co-oprative Societies Acts

1-Societies Registration Act, 1860 **2**-Religious Endowments Act, 1863 **3**-Religious Societies Act,1880 **4**-Charitable Endowments Act, 1890 **5**-Church of Scotland Kirk Sessions Act,1899 **6**-Co-operative Societies Act, 1912 **7**-Mussalman Waqf Validitating Act, 1913 **8**-Charitable and Religious Trusts Act, 1920 **9**-Indian Red Cross Society Act, 1920 **10**-Mussalman Wakf Act, 1923 **11**-Sikh Gurdwaras {Supplementary} Act, 1925 **12**-Mussalman Wakf Validating Act, 1930 **13**-Durgah Khawaja Saheb Act,1955 **14**-Public Wakfs {Extension of Limitation} Act,1959 **15**-Delhi Sikh Gurdwaras Act, 1971 **16**-Religious institutions {Prevention of Misuse} Act, 1988 **17**-Auroville Foundation Act, 1988 **18**-Places of Worship {Special Provision} Act, 1991 **19**-Wakf Act, 1995 **20**-Haj Committee Act, 2002 **21**-Multi-State Co-operative Societies Act, 2002{Law Commission of India, Report No.248 Page 59 & 60}

توضیح: مذکورہ بالا دونوں فہرستوں میں 52/ قوانین مذکور ہیں۔ ان میں سے دس قوانین قوم مسلم سے متعلق ہیں۔ مسلم قوانین میں سے بہت سے قوانین کو فرسودہ قوانین{Obsolete Laws} قرار دے کر مسترد کرنے کی عملی کوشش کئی دہائیوں سے جاری ہے۔ ان شاء

اللہ تعالیٰ قسط دوم میں ان کوششوں کا اجمالی خاکہ پیش کیا جائے گا۔ وہ قوانین مندرجہ ذیل ہیں۔

1-Kazis Act, 1880 {12 of 1880} **2**-Mussalman Waqf Validitating Act, 1913{6 0f 1913} **3**-Mussalman Wakf Validating Act, 1930 {32 of 1930} **4**-Muslim Personal Law {Shariat} Application Act, 1937 {26 of 1937} **5**-Cutchi Memons Act, 1938 {10 0f 1938} **6**-Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939 {8 of 1939}

سونے والو! جاگتے رہیو! چوروں کی رکھوالی ہے

خدانخواستہ اگر مذکورہ بالا قوانین کو مسترد کر دیا گیا تو مسلم قوانین میں سے صرف ایک اہم قانون یعنی تحفظ حقوق مسلم مطلقہ خاتون ایکٹ ۱۹۸۶ء باقی رہ جائے گا۔ جب 3 / اپریل ۱۹۸۵ء کو سپریم کورٹ آف انڈیا کے پانچ رکنی بنچ نے مسلم قانون کو مدنظر نہ رکھتے ہوئے شاہ بانو مقدمہ میں مطلقہ بیوی کے لیے نان ونفقہ کا فیصلہ دیا تھا، تب پارلیامنٹ نے یہ قانون بنایا تھا۔ اس وقت مرکز میں راجیو گاندھی (۱۹۴۴ء-۱۹۹۱ء) کی حکومت تھی۔ کانگریس کو آٹھویں لوک سبھا الیکشن (منعقدہ: ۲۴/ دسمبر ۱۹۸۴ء تا ۲۸/ دسمبر ۱۹۸۴ء) میں لوک سبھا سیٹ 541 / میں سے 404 / چار سو چار سیٹوں پر فتحیابی حاصل ہوئی تھی۔ پارلیامنٹ سے تحفظ حقوق مسلم مطلقہ خاتون ایکٹ پاس ہو جانے کے بعد شاہ بانو کے وکیل دانیال لطیفی (۱۹۱۷ء-۲۰۰۰ء) نے سپریم کورٹ میں اس قانون کو چیلنج کر دیا۔ دانیال لطیفی کیس کا فیصلہ سپریم کورٹ کے دو رکنی بنچ نے 28 /ستمبر ۲۰۰۱ء کو سنایا۔ اس فیصلہ میں سپریم کورٹ نے تحفظ حقوق مسلم مطلقہ خاتون ایکٹ (۱۹۸۶ء) پر مختلف قسم کی تنقیدیں کی۔ اس طرح یہ قانون بھی اعتراضات کے دائرہ میں آ گیا۔ اب کیا باقی رہے گا؟

مجھے رہزنوں سے غرض نہیں، تیری رہبری کا سوال ہے؟

دانیال لطیفی کوئی غیر مسلم نہیں، بلکہ مسلمانوں میں ہی شمار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب سال ۱۹۸۶ء میں راجیو گاندھی حکومت نے مسلم مطلقہ قانون پاس کیا تھا تو راجیو حکومت کے کابینائی وزیر عارف محمد خاں (۱۹۵۱ء-تادم تحریر) نے راجیو حکومت کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے کابینہ سے استعفیٰ دیدیا اور کانگریس پارٹی سے بھی مستعفی ہو گیا۔ ع/ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ عارف محمد خاں نے تین طلاق کی مخالفت کی اور کہا کہ تین طلاق پر تین سال کی سزا ہونی چاہئے۔ عارف محمد خاں بعد میں جنتا دل اور سال ۲۰۰۴ء میں بی جے پی میں شریک ہو گیا۔ خان نے سال ۲۰۰۷ء میں بی جے پی کو بھی چھوڑ دیا، کیونکہ بی جے پی میں اسے نظر انداز کیا جاتا تھا۔ کوئی قوم غداروں کی تعظیم وتوقیر نہیں کرتی۔ غداروں کو صرف سازشی مقاصد کی حصولیابی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، پھر اسے انجام بد سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اے میری قوم! ماڈرن مسلمان کی ذلت دیکھ لو!!! ﴿فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ﴾ (سورہ ذاریات-آیت ۵۰)

سال ۱۹۲۴ء میں خلافت عثمانیہ ترکیہ کے خاتمہ کے بعد مسلمانوں میں لامرکزیت پیدا ہوئی۔ جس کے دل میں جو آیا، بولتا گیا۔ کوئی کسی کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ وہابی مذہب نے بھی اسی عہد میں اپنے بال وپر پھیلایا، جس کا وجود انگریزوں کی سازش سے ایک صدی پیشتر ہو چکا تھا۔ جب یہود ونصاریٰ نے مستشرقین ومبشرین {Orientalists & Missionaries} کے نام سے دو عالمی گروپ کو اسلام ومسلمین کی تباہی کے لیے مقرر کر رکھا ہے تو یقیناً یہ لوگ مسلمانوں کی فکری، اعتقادی، ثقافتی، تعلیمی واقتصادی تباہی کے لیے کوشاں ہوں گے، اور مختلف الاقسام مہلکات کو مسلمانوں کے مابین فروغ دینے کی جدوجہد کر رہے ہوں گے۔ دنیا کا کوئی ملک ان کے دائرۂ کار سے باہر نہیں۔ مسلم

ممالک اور مسلمانوں کی کثیر آبادی والے ممالک میں مستشرقین ومبشرین کی فتنہ سامانیوں کا یقیناً خاص اہتمام وانصرام کیا گیا ہوگا۔اسی طرح فری میسنری {Freemasonry} بھی یہودیوں کی سب سے بڑی اور خفیہ عالمی تنظیم ہے،جو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے خفیہ طور پر کام کرتی رہتی ہے۔بہت سے مشہور ومعروف بدخیالوں کو عیسائی حکومتوں نے تحفظ فراہم کیا ہے،مثلاً سلمان رشدی،تسلیمہ نسرین وغیرہما کو۔قادیانی جماعت کا ہیڈکوارٹر اسرائیل میں ہے۔نہ جانے کتنے کارکنان،اسلامی شکل وصورت میں مسلمانوں کے مابین گشت لگا کر مسلمانوں کی تباہی کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔آج مختلف محاذوں پر مسلمانوں کی بربادی دیکھ کر خفیہ کارروائیوں کا اندازہ کر لیں۔مشرق وسطیٰ تباہ ہو چکا ہے۔افغانستان وعراق کو امریکہ نے تباہ کیا،پھر لیبیا،مصر،شام ودیگر مسلم ممالک کے حالات روز بروز کیوں ابتر ہوتے چلے جا رہے ہیں؟میانمار،انڈیا ودیگر ممالک عالم میں مسلمانوں پر ظلم کیوں ہو رہا ہے؟

قوم کے جیالو!عصر حاضر میں ہر کوئی تخت قیادت کو اپنا موروثی حق تصور کرتا ہے۔یہی فکر وخیال قومی زوال وادبار کا سبب اور لامرکزیت کا پہلا زینہ ہے۔سیاسی میدان کی طرح مذہبی دنیا میں بھی یہ طاعون مہلک داخل ہو چکا ہے۔چند دہائیوں سے لامرکزیت کی آفت نے مسلمانان اہل سنت کو انتہائی کرب واضطراب میں مبتلا کر رکھا ہے۔آج تک اس زہر قاتل کا تریاق دریافت نہ ہو سکا،ہر مجرب نسخہ بے اثر ثابت ہوا۔عہد حاضر کے بعض علما میں عہد عباسی کے مناظرین کا رنگ نظر آتا ہے۔تاتاری لشکر آسمانی بلا کی طرح بغداد کی جانب بڑھتا آ رہا تھا اور علمائے بغداد باہمی مناظروں میں مست وبیخود تھے۔یہ علما خود ہی انجام سے غافل تھے،پھر یہ عوام وخواص کو کیونکر تاتاریوں کی جانب متوجہ کر سکتے تھے۔انجام کار بغداد پر ایسی تباہی آئی کہ جس کی مثال تواریخ عالم میں کہیں نہیں ملتی۔

خلافت عباسیہ کے وزیر اعظم ابن علقمی (۵۹۳ھ-۶۵۷ھ) کے اشارہ پر چنگیزیوں نے سال ۶۵۶ھ میں بغداد کا محاصرہ کر لیا۔پھر ابن علقمی حیلہ سازی کر کے خلیفہ کو ہلاکو خاں کے پاس لشکر گاہ میں لے گیا،شہر کے اہم امرا وعلما کو بھی چنگیزیوں کے پاس بلا لیا۔جو بھی وہاں گیا،اسے تاتاریوں نے قتل کر دیا۔اس طرح ابن علقمی حیلوں وبہانوں سے اعیان شہر کو تاتاری لشکر گاہ میں بلاتا رہا اور تاتاری انہیں قتل کرتے رہے۔جب بغداد میں صرف عام لوگ باقی رہ گیے،تب تاتاریوں نے بغداد پر حملہ کر دیا۔دیکھتے ہی دیکھتے بغداد جل رہا تھا،آگ کے شعلے آسمانوں سے ٹکرا رہے تھے۔آخری عباسی خلیفہ مستعصم عباسی کو کپڑوں میں لپیٹ کر ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے ڈالا جا چکا تھا۔بغداد میں اٹھارہ لاکھ سے زائد انسانوں کو چنگیزیوں نے قتل کیا۔دریائے دجلہ کا پانی انسانی خون سے سرخ ہو گیا۔خلفائے بنو عباس کا شاداب چمن جل کر خاکستر ہو چکا تھا۔وہی زندہ بچ سکے،جو کسی طرح بغداد سے بھاگ نکلے۔روئے زمین سے خلافت عباسیہ کا نام ونشان مٹ گیا۔اب بغداد میں نہ مناظرہ کی مجلسیں تھیں،نہ مناظرین۔

اے ہندی مسلمانو!ملکی سیاست پر فرقہ پرستوں کا قبضہ قوی سے قوی تر ہوتا جا رہا ہے،اب تمہیں جاگنا ہی پڑے گا۔رب تعالیٰ نے ابھی تمہیں غور وفکر اور حرکت وعمل کی مہلت عطا فرمائی ہے۔طبقات ماضیہ کے عبرتناک انجام پر غور کرو۔باہمی اختلافات کے سبب اندلس کی حکومت ہمارے ہاتھوں سے جاتی رہی۔اندلس کے مسلم سلاطین کی نااہلی کے سبب مختلف علاقوں میں متعدد عیسائی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔سال ۱۴۶۹ء میں قسطلہ کی شہزادی ازابیلہ اول {Isabella I} اور اراغون کے شہزادہ فرڈینینڈ دوم {Ferdinand II} کی شادی ہوئی۔سال ۱۴۹۲ء میں قسطلہ اور اراغون کی متحدہ فوج نے اسلامی دارالحکومت غرناطہ کا محاصرہ کر لیا۔آخر کار غرناطہ کے آخری اموی بادشاہ کو ایک معاہدہ کے ذریعہ غرناطہ عیسائیوں کے حوالہ کرنا پڑا۔سال ۱۴۹۲ء میں اندلس میں سلطنت اسلامیہ کے خاتمہ کے بعد عیسائیوں نے ایک محکمہ احتساب قائم کیا۔جو مسلمان عیسائی مذہب قبول نہ کرتا،اسے زندہ آگ میں ڈال دیا جاتا۔حکمرانی ختم ہوتے ہی اسپین میں مذہب اسلام

''دین مظلوم'' بن گیا۔کئی صدیوں تک مسلمان انتہائی بے دردی کے ساتھ زندہ آگ میں جلائے جاتے رہے۔

عہد حاضر میں بر مالینڈ کے مسلمانوں کی مصیبتیں دیکھو۔عراق وافغانستان اور لیبیا کی تباہی،اسی طرح شام ویمن کے حالات کسی سے پوشیدہ نہیں۔قرآن مجید میں جابجا اقوام ماضیہ کے واقعات بیان ہوئے ،تاکہ عبرت حاصل ہو۔پس مابعد قرآن کے حوادث سے بھی عبرت حاصل کی جائے۔کہیں دور جانے کی حاجت نہیں۔سلطنت مغلیہ کے خاتمہ کے بعد سے آج تک ملک ہند میں مسلمانوں کو کچلنے کی ہزاروں تدبیریں کی جاچکی ہیں۔ملک میں اب تک ہزاروں فسادات ہو چکے ہیں۔قتل وغارتگری کے ساتھ منصوبہ بند طریقہ پر مسلم خواتین کی عصمت دری بھی کی جاتی ہے۔اے قوم! جاگو! چند مسلم خواتین کی عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا تھا۔اب تمہارا خون اس قدر سفید ہو چکا ہے کہ تم قانونی چارہ جوئی کے لیے بھی آمادہ نظر نہیں آتے ہو۔تمہارا جذبہ ایمانی کہاں گیا؟ اندلس اور ہندوستان دو ایسے ملک ہیں کہ جہاں ایک طویل مدت تک اسلامی حکومت قائم رہی،لیکن وہاں اسلام کو زیادہ فروغ نہ مل سکا،جبکہ دیگر ممالک میں اسلام اکثریتی مذہب بن گیا۔اسپین سے مذہب اسلام کا نام ونشان مٹ گیا اور ملک ہند میں اسلام سازشوں کے نرغے میں ہے۔

اے قوم کے پاسبانو! ناامیدی،اقوام عالم کو ہرمحاذ پر ہلاک کرتی آئی ہے۔تواریخ عالم اس کی مثالوں سے بھری پڑی ہیں۔شمشیر اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سن کر ہی مقابل فوج دہشت زدہ اور فتح سے مایوس ہوجاتی۔شیران وقت حواس باختگی کے عالم میں اپنے جنگی داؤپیچ بھی بھلا بیٹھتے۔اے قوم کے رکھوالو! ارشاد الٰہی ''**لاتقنطوا من رحمۃ اللہ**'' کو میزان فکروعمل بنائیں۔اولاً فکری قوتوں کو بالیدگی اور حیات نو عطا کی جائے،ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد عملی تحریکات کا بھی آغاز ہو سکے گا۔ہرعمل کامیابی کی امید پر انجام دیا جاتا ہے،خواہ کامیابی ہو یا نہ ہو۔باغ میں پودوں کی آبیاری بندہ کرتا ہے،پھلوں کی تخلیق رب تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے۔پس تم پودوں کو پانی سے سیراب کرتے رہو،اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پھلوں سے سرفراز فرمائے گا۔فطرت الٰہیہ ہے کہ بندہ رب تعالیٰ کے حق میں جیسا اعتقاد رکھتا ہے،ویسا ہی وہ دربار الٰہی سے حصہ پاتا ہے۔لہٰذا ہمیں رب تعالیٰ کے حق میں ہمیشہ نیک اعتقاد رکھنا چاہئے۔حدیث مصطفوی ہے

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی:اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ–الحدیث﴾ (صحیح البخاری ج۲ باب قول اللہ تعالیٰ – ویحذرکم اللہ نفسہ،صحیح مسلم ج۲ باب الحث علیٰ ذکر اللہ تعالیٰ،جامع الترمذی ج۲ باب حسن الظن باللہ تعالیٰ،سنن النسائی الکبریٰ باب تعلم ما فی نفسی،سنن ابن ماجہ کتاب الادب)

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔میرا معاملہ میرے بندہ کے اعتقاد کے مطابق ہے۔

اوصاف جہاں بانی

اے میری قوم! یادرکھنا! قیادت وسیادت کے لیے کچھ افراد پیدا کیے جاتے ہیں۔بنات حوا(رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی گود میں پرورش پانے والا ہر بچہ اوصاف جہاں بانی سے متصف نہیں ہوتا۔پس ہرایک کے پیچھے مت بھاگو۔کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خود بھی ناامیدیوں کے دلدل میں بھٹک رہا ہو،تم بھی اسی کے ساتھ بھٹک جاؤ۔فکری اضمحلال ایک مرض مہلک ہے۔نہ اس مرض کو آنے دو،نہ کسی کو ایسے مریضوں کے پاس جانے دو۔ایسے ماڈرن مسلمانوں کو بھی علم شریعت کے ماہرین سے منسلک ہو کر اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔جولوگ نہ تو اسلامی تعلیمات سے آراستہ ہیں،نہ ہی کبھی ان کی ذات سے اسلام ومسلمین کی خیرخواہی کا جذبہ ظاہر ہوا،ایسے لوگ مسلمانوں کے قائد ورہنما بننے کا خواب دیکھنے

لگے ہیں۔ جولوگ اسلامی کلمہ پڑھ کر خود اسلامی اصول وضوابط پر تنقید کرتے ہیں، کیا وہ مسلمان کہلانے کے حقدار ہیں؟ پھر وہ قائد مسلمین کیسے ہو سکتے ہیں؟ عہد حاضر میں دین اسلام کو اسلام کے نام لیواؤں سے سہ طرفہ خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔(۱) اسلام کا نام لے کر وہابیوں کی دہشت گردانہ کاروائی (۲) ماڈرن مسلمانوں کی اسلامی اصول وقوانین پر تنقید آرائی (۳) دنیا بھر میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم پر مسلم ممالک کی خموشی۔ اب جہاں بھر کے علماو مشائخ کو سر جوڑ کر بیٹھنا ہوگا۔

اڑیسہ کی خاک سے جنم لینے والا وہ مدبر و مفکر، قبیلہ بنو ہاشم کا شیر ببر، ملت اسلامیہ کا کفن بردوش غازی اور قوم وملت کا وہ عظیم مجاہد (۱۳۲۲ھ-۱۴۰۱ھ) جو ہر طوفان کا مقابلہ کرنے کو ہمالہ کی طرح اٹھ کھڑا ہوتا تھا، وہ قریباً ایک قرن قبل قومی قیادت ہمیں سپرد کر کے واصل الی اللہ ہو چکے۔ افسوس، صد افسوس! ہم نے ان کی جانشینی کا صحیح حق ادا نہ کیا۔ ہم نے شتر مرغ کی طرح طوفان دیکھ کر ریت میں سر چھپا لینے کو حکمت عملی باور کر لیا ہے- میرے دوستو! یہ خود فریبی ہے۔ اب علماو مشائخ، محررین ومقررین، ادباو شعرا، دانشوران ومفکرین کو بہت کچھ سوچنا ہو گا۔ ترکوں کو دیکھو! وہ اسلام کی سربلندی کے لیے ہزاروں سال تک اپنا لہو بہاتے رہے- میں خدمت اسلام کی خاطر اپنے معاصرین سے محض فکری بیداری کا مطالبہ کرتا ہوں۔ ع/ ہم کو بننا ہے نشان راہ منزل دوستو! ہم اگر بھٹکے تو سارا کارواں کھو جائے گا

ماہ مئی ۲۰۱۷ء اور سپریم کورٹ میں طلاق ثلاثہ کا فیصلہ

سال ۱۸۵۷ء میں سلطنت مغلیہ کے خاتمہ کے بعد ہی ملک ہند کو ہندو راشٹر بنانے کے تصورات ونظریات کا آغاز ہو گیا۔ اس کے لیے سب سے اہم عنصر یہ تھا کہ ملک میں اسلامی قوانین اور تہذیب وثقافت کو ناپید کر دیا جائے۔ یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا منصوبہ اور مسلم پرسنل لا کو ناقابل عمل قرار دینے کی نوع بہ نوع کوششیں اسی پلاننگ کے اہم کردار ہیں۔ بسا اوقات چند ناعاقبت اندیش مسلمان بھی مخالفین کی حوصلہ افزائی کرتے نظر آتے ہیں۔ مخالفین ومتعصبین ایسے مسلمانوں کو ''سیکولر'' قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر حکومتی محکمہ جات سے کوئی خلاف اسلام فیصلہ صادر ہوتا ہے تو اسے ''سیکولر فیصلہ'' بتا کر حمایت وطرفداری کی جاتی ہے۔ چند ماہ قبل سائرہ بانو نے طلاق ثلاثہ، حلالہ اور تعدد ازدواج کے خلاف سپریم کورٹ میں مقدمہ دائر کیا تھا۔ سپریم کورٹ میں اس کا فیصلہ مئی ۲۰۱۷ء میں ہونے والا ہے۔ طلاق وتعدد ازدواج سے متعلق ہند کی مرکزی وزارت قانون وانصاف{Ministry Of Law & Justice of India} کی جانب سے چار سوالات سپریم کورٹ کو پیش کیے گئے ہیں۔ ان سوالات ودیگر متعلقہ امور پر سپریم کورٹ میں 11 /مئی ۲۰۱۷ء سے 9 / دن بحثیں ہوں گی، اس کے بعد فیصلہ ہوگا۔ فیصلہ کے لیے سپریم کورٹ نے پانچ ججوں پر مشتمل ایک خاص بنچ تشکیل دی ہے، جو دستوری بنچ {Constitution Bench} کے نام سے موسوم ہے۔ چیف جسٹس آف انڈیا مسٹر جگدیش سنگھ کیہر کے بقول یہ فیصلہ کن بحث ہوگی۔ مرکزی حکومت کے سوالات درج ذیل ہیں۔

1-Whether triple talaq and polygamy are protected under the fundamental right to religion guaranteed under Article 25 of Constitution.

2-Whether right to religion is subject to important fundamental rights like right to equality {Article 14} and right to life{Article 21}?

3-Whethere personal law can be termed as a law under Article 13 of Constitution?

4-Whether triple talaq and polygamy are compatible with India's obligations under international treaties and covenants to which it is a signatory?

خلاصہ سوالات مذکورہ: (۱) کیا تین طلاق اور تعدد ازدواج دستور ہند کے آرٹیکل 25 / کے تحت مذہب کے بنیادی حق کی ضمانت کے اعتبار سے محفوظ ہیں؟

(۲) کیا مذہب کا حق ،اہم بنیادی حقوق مثلاً آرٹیکل 13 / کے حق مساوات اور آرٹیکل 21 / کے حق زندگی کی طرح اہم ہے؟ (۳) کیا پرسنل لا کو دستور ہند کے آرٹیکل 13 / کے تحت ایک قانون قرار دیا جاسکتا ہے؟ (۴) کیا تین طلاق اور تعدد ازدواج ، بین الاقوامی معاہدوں کے تحت ہندوستان کی ذمہ داریوں کے ہم آہنگ ہیں؟ اوران معاہدوں کے ہم آہنگ ہیں جن کی توثیق (ملک ہند کی جانب سے) ہوچکی ہے؟

مذکورہ سوالات کو دیکھ کر یہی لگتا ہے کہ مسلمانوں کے عائلی مسائل اور شریعت ایکٹ: ۱۹۳۷ء کو مختلف انداز سے نا قابل عمل قرار دینے کی زبردست تیاری ہورہی ہے۔ مئی ۲۰۱۷ء میں سپریم کورٹ کی جانب سے صادر ہونے والا فیصلہ یقیناً ایک تاریخی فیصلہ ہوگا،جس کا تمام اہل ملک کو انتظار ہے۔

ہندوستان کی موجودہ حکومت یہ چاہتی ہے کہ زبانی طلاق یا تحریری طلاق کو یکسر ختم کردیا جائے۔طلاق کی دو مجوزہ شکلیں حکومت ہند کے پیش نظر ہیں۔(۱) پہلی صورت یہ کہ طلاق کے لیے کورٹ میں عرضی داخل کی جائے ۔کورٹ میاں و بیوی دونوں کو حاضر کرے اور دونوں کی باتوں کو سن کر فیصلہ کرے۔حکومت ہند کے یہاں ہندوا یکٹ میں طلاق اسی طرح دی جاتی ہے۔(۲) دوسری شکل یہ ہے کہ پنچایت کے سامنے طلاق کی بات رکھی جائے اوراہل پنچ میاں و بیوی کے حالات کا جائزہ لے کر طلاق کا فیصلہ کریں اور پنچنامہ تیار کریں۔ (۳) مسلم علماو دانشوران کی رائے ہے کہ مختلف مقامات پر دارالقضا قائم کیا جائے اورقوم مسلم طلاق کے لیے دارالقضا میں عرضی دے۔یہ تیسری صورت ہے۔

واضح رہے کہ تمام شادیاں، گھر بسانے یا نسل انسانی کی افزائش کے مقصد سے نہیں ہوتیں۔کبھی کسی کے مال ودولت پر قبضہ کرنے،کبھی کوئی عہدہ حاصل کرنے،کبھی کسی فوج کو شکست دینے،کبھی کسی سیاسی لیڈر کو خاموش کرنے،کبھی کسی کے راز سے واقف ہونے،کبھی کسی کی حکومت پر قبضہ کرنے،کبھی دوقوموں کو لڑانے،کبھی کسی کو ہلاک کرنے اور بہت سے دیگر مقاصد کے لیے شادیاں ہوا کرتی ہیں۔اقوام عالم کی تاریخوں میں اس قسم کے واقعات موجود ہیں، جو اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔اسی طرح بعض اوقات مختلف وجوہات کی بنا پر بیوی سے نجات پانا لازم ہو جاتا ہے، ورنہ مختلف مصائب میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔اسی طرح بعض مواقع پر لڑکی کو شوہر سے جدائی حاصل کرنا بھی ناگزیر ہوجاتا ہے، ورنہ عورت کی زندگی اجیرن بن کررہ جاتی ہے،مثلاً شوہر نامرد ہو۔ایسی صورتوں میں مرد حق طلاق اور عورت حق خلع کو عمل میں لاکر نجات پالے۔ ہندو مذہب میں چونکہ طلاق کا کوئی تصور نہیں تھا،اس لیے عورت یا مرد جو کوئی بھی جدائی کا خواہشمند ہوتا،اسے خودکشی کرنی پڑتی۔کبھی مرد اپنی بیوی کو یونہی چھوڑ کر دوسری شادی کر لیتا۔کبھی عورت اپنے شوہر سے جدا ہوکر اکیلی زندگی گذارتی۔خیال رہے کہ ایسی صورت میں بدکاریوں کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے۔خداوندی قانون کی طرح بندوں کا قانون ہمہ گیر نہیں ہوسکتا،خواہ بندے جتنی دماغی قوت استعمال کرلیں۔ایک مدت بعد خود وہ اس میں تبدیلی کے خواہاں ہوں گے۔بعض قرائن سے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ثم ان شاء الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ مئی ۲۰۱۷ء میں طلاق ثلاثہ سے متعلق سپریم کورٹ کا فیصلہ خلاف شریعت نہ ہو سکے گا۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

خضرِ راہ

سلاٹر ہاؤس پر پابندیاں کیوں؟

از: صادق رضا مصباحی (ممبئی)

اس کالم میں قارئین ودانشوران ملت کے مختلف مسائل پر خیالات اور حاصل مطالعہ وغیرہ شامل کیے جاتے ہیں۔(ادارہ)

انسان کی فطرت ہے کہ وہ ہمیشہ دوسروں کی کمیوں پر نظر رکھتا ہے، اسے اپنا عیب نظر نہیں آتا۔ ہمارے مسلم معاشرے میں یہ مرض کچھ زیادہ ہی سرایت کر گیا ہے، اس لیے ہم دوسروں کے ردعمل پر چیخ پڑتے ہیں اور احتجاج اور مظاہرے کر کے پوری دنیا کو یہ بتا دیتے ہیں کہ مسلمان واقعی بڑا بے صبر، کمزور اور بے شعور ہے۔ اتر پردیش میں سلاٹر ہاؤس پر پابندیوں کا سلسلہ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے دیگر ریاستوں کے سلاٹر ہاؤسز پر پابندی کے مطالبات پر مسلمانوں کی تشویش اس کا واضح ثبوت ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر مسلمان گوشت نہیں کھائے گا تو کیا مر جائے گا؟ کیا وہ خوش حال زندگی جی نہیں سکے گا؟ اگر حکومت پابندی لگاتی ہے تو لگ جانے دیجیے، کیا فرق پڑتا ہے۔ مسلمانوں کے لیڈران بھی عام طور پر ایسے بیانات دیتے ہیں جو صرف مشتعل کرتے ہیں۔ حقیقت پسندی پر مبنی بیانات اس ذیل میں اب تک صرف دو لیڈروں کے آئے ہیں۔ ان میں سے ایک اعظم خان ہیں اور دوسرے محمود مدنی۔ ان دونوں لیڈروں نے ضرور مسلمانوں سے اپیل کی کہ گوشت کھانا چھوڑ دو۔ ان کے علاوہ خود کو لیڈر سمجھنے والوں میں سے کسی کا بھی کوئی بیان نہیں آیا۔ مسلمانوں کو شاید معلوم نہیں کہ ہندوؤں کی پوری تاریخ گوشت خوری سے بھری ہوئی ہے۔ آرین کے دور سے لے کر آج تک ہندو گوشت خوری کرتے آرہے ہیں، مگر مسلمانوں کی بے سمجھی، کم ہمتی اور بزدلی کی وجہ سے یہ معاملہ آر ایس ایس نے مسلمانوں کے سر منڈھ دیا ہے اور حیرت ہے کہ مسلمان دفاع پر دفاع کرتے جا رہے ہیں۔ آج اکیسویں صدی کی دوسری دہائی میں جب کہ دنیا میں افراتفری مچ چکی ہے، مسلمان ردعمل کے لیے اپنے آپ کو تیار نہ کر سکے۔ یہ بیچارے خود کو تیار بھی کیسے کرتے، جب کہ ان کے زیادہ تر لیڈران بکاؤ اور ضمیر فروش ہیں۔ یہ بے چارے خود احساس کمتری کے شکار ہیں تو اپنے عوام کو احساس کمتری سے کیسے نکال سکیں گے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں میں کوئی سیاسی سمجھ بوجھ والا لیڈر نہیں ہے اور اگر ہیں بھی یا ہوئے بھی تو ہم سے ان کی قدر نہ ہو سکی، ورنہ آر ایس ایس کب کی دم توڑ دیتیں۔

مسلمانوں کو اس وقت صرف دو کام کرنے ہیں۔ پہلا یہ کہ انہیں اجتماعی طور پر فی الحال گوشت خوری ترک کر دینی ہے۔ آپ کا یہ فیصلہ خود حکومت کی کمر توڑ دے گا اور آر ایس ایس جس طرح یہ مسئلہ مسلمانوں سے جوڑ کر اور فرقہ وارانہ ماحول پیدا کر کے بیوقوف برادرانِ وطن کو خوش کرتی ہے، اس کی ہوا دھیرے دھیرے نکلنے لگے گی۔ اس سلسلے میں مسلمانوں کے مقامی، ضلعی، ریاستی اور ملکی سطح کے لیڈروں کو ایسے بیانات دینے ہوں گے اور مسلمانوں کو تنبیہ کرنی ہوگی کہ کچھ وقت کے لیے تھوڑا پیچھے کھسک آئیں۔ اس معاملے میں بڑا مشکل یہ ہے کہ مسلمان صرف اپنے پیروں کی سنتے ہیں۔ اس لیے اگر پیران طریقت اپنے اپنے مریدوں کو حکم دے دیں تو یقیناً صورت حال بدل جائے گی۔ دوسرا کام گوشت کے کاروبار سے جڑے مسلمانوں سے متعلق ہے، انہیں اپنی تجارت شروع کرنے سے قبل یا جن کے کاروبار اس کارروائی میں

بند کردیے گئے ہیں، انہیں جلد از جلد قانونی کارروائی پوری کرنی ہوگی اوراس کاروبارکو چلانے کے لیے جتنی بھی دستاویزات ضروری ہیں، انہیں مکمل کرنا ہوگا۔ایک اندازے کے مطابق یوپی میں ۱۴۰/ سلاٹر ہاؤس اور پچاس ہزار سے زائد گوشت کی دوکانوں کے پاس لائسنس نہیں ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھیے کہ سپریم کورٹ کے ۲۰۱۲ء کے حکم کے مطابق تمام سلاٹر ہاؤسز کا قانونی ہونا، نیز اچھے مال کی سپلائی اور آلودگی سے بچنا ضروری ہے۔سلاٹر ہاؤسز کے مالکان کی ذمہ داری ہے کہ اپنی تمام دستاویزات یعنی لائسنس،اسٹیٹ پولوشن کنٹرول بورڈ کی جانب سے ''نوآبجیکشن،کلیر ینس سرٹی فیکیٹ حاصل کریں اوراس کے علاوہ اپنی میونسپل اتھارٹی سے بھی اجازت حاصل کریں۔یوپی حکومت ایسے ہی سلاٹر ہاؤسز پر کارروائی کررہی ہے،جن کے پاس یہ سب دستاویزات نہیں ہیں۔جن کے پاس لائسنس تھے،انہیں ردکرنے یا پھر نیا لائسنس جاری نہ کیے جانے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔مثلاً سلاٹر ہاؤسز سے جو گوشت باہر سپلائی ہوتا ہے،وہ اچھے معیار کا نہیں ہوتا اور foreign trade policy کے مطابق پورا نہیں اترتا،اس کے علاوہ پولوشن کنٹرول بورڈ اور فوڈ منسٹری کی ہدایات پر پورا نہیں اترتا،اس لیے ان پر کارروئی کی گئی۔یوپی میں جن ۲۶/ قانونی سلاٹر ہاؤسز کو بند کردیا گیا ہے،اس کی وجوہات یہی ہیں۔اترپردیش کے چیف سکریٹری راہل بھٹنا گرنے کہا ہے کہ یہ پابندی عارضی ہے،اگر یہ تمام قانونی کارروائیاں پوری کرلیں گے تو انہیں پھر سے کھول دیا جائے گا۔

سلاٹر ہاؤس اور گوشت خوری کے حوالے سے کیا گیا تجزیہ بتاتا ہے کہ اگر ملک میں گوشت پر پابندی لگی تو اس کا خمیازہ مسلمانوں سے زیادہ حکومت کو بھگتنا پڑے گا، کیوں کہ حکومت کو سالانہ ہزاروں کروڑ روپے کا بڑا کا نقصان برداشت کرنا ہوگا۔اس وقت پورے ملک میں ۷۲/ سلاٹر ہاؤس حکومت سے منظور شدہ ہیں اوران میں ۳۸/صرف یوپی میں ہیں۔ان سلاٹر ہاؤسز سے گوشت ایکسپورٹ ہوتا ہے۔خاص طور پر عرب ممالک میں ان سلاٹر ہاؤسز کے گوشت کی بہت مانگ ہے۔سروے رپورٹ کے مطابق یوپی کے سلاٹر ہاؤس پندرہ ہزار کروڑ روپے کی انڈسٹری ہے،جس میں ۲۵/ لاکھ لوگ ملازمت سے وابستہ ہیں۔ان سلاٹر ہاؤسز میں روزانہ ۳۰۰ سے لے کر ۳۰۰۰/ تک جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔سلاٹر چاہے بھینس کے ہوں یا بکری یا بھیڑ کے،ان کے مالکان زیادہ تر ہندو ہیں۔اترپردیش ملک میں گوشت ایکسپورٹ کرنے والی سب سے بڑی ریاست ہے۔یہاں غیرقانونی مذابح کتنے ہیں،اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔اندازہ کے مطابق گوشت ایکسپورٹ کرنے والے سالانہ ۲۶/ ہزار ۶۸۵/ کروڑ روپے کماتے ہیں،اوراگراس پر پابندی لگی تو ریاست کو ۱۱/ ہزار ۳۵۰/ کروڑ کا سالانہ نقصان ہوگا اوراگر یوگی حکومت نے یوں ہی پابندی جاری رکھی تو ان کی پانچ سال کی حکومت میں ۵۶/ ہزار کروڑ روپے کا نقصان یوپی حکومت کو ہوگا۔ یہ صرف یوپی کے اعدادوشمار ہیں،دیگر ریاستوں کے اعدادوشمار کا بھی احاطہ کرلیا جائے تو کئی ارب کروڑ کا نقصان حکومت کو اس فیصلے سے برداشت کرنا ہوگا۔اور یہ کام حکومت کبھی نہیں کرسکتی۔مزے کی بات یہ ہے کہ میٹ کی اتنی بڑی انڈسٹری کو مرکزی حکومت ہی فروغ دیتی ہے۔فوڈ پروسیسنگ منسٹری میٹ انڈسٹری کا ایک یونٹ ڈالنے کے لیے پچاس فیصد تک امداد فراہم کرتی ہے۔

اخبار''مسلم مرر'' کے ۱۹/ اکتوبر ۲۰۱۵ء کی ایک رپورٹ کے مطابق انڈیا میں چھ سب سے بڑی کمپنیاں جو بیرون ممالک گوشت سپلائی کرتی ہیں اور ہر سال حکومت کو کروڑوں کا ٹیکس دیتی ہیں۔ان میں سے چار کمپنیاں ہندوؤں کی ہیں۔(۱)الکبیر ایکسپورٹ پرائیویٹ لمیٹیڈ۔اس کے مالکان کا نام ستیش اوراتل سبھر وال ہے۔یہ ۹۲/ جولی میکرس، چمبور ممبئی میں واقع ہے۔(۲) عربین ایکسپورٹ پرائیویٹ لمیٹیڈ کے مالک کا نام سنیل کپور ہے۔اس کا پتہ یہ ہے: رشین مینشن، اوورسیز ممبئی (۳) ایم کے آر فروزین فوڈ ایکسپورٹ پرائیویٹ لمیٹیڈ کے مالک کا نام مدن ابوٹ ہے۔یہ کمپنی ایم جی روڈ، جن پتھ نئی دہلی میں واقع ہے۔(۴) پی ایم ایل انڈسٹریز پرائیویٹ لمیٹیڈ کے مالک کا نام اے ایس بندرا ہے۔یہ کمپنی سی او ۶۲-۶۳، سیکٹر نمبر ۳۴/ اے، چنڈی گڑھ پنجاب میں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ حکومت ان پر پابندی عائد کیوں نہیں کرتی؟ کیوں کہ وہ قانونی کارروائی کو پوری کرتے ہیں، جب کہ ہم مسلمان بڑے جذباتی ہیں۔ اللہ پر ''توکل'' کا ذکر کرتے ہیں، لیکن مسلمانوں میں سے بیشتر لوگ توکل علی اللہ کا مطلب ہی نہیں سمجھ پا رہے ہیں۔ زیادہ تر مسلم تاجروں کے پاس مصدقہ دستاویزات نہیں اور نہ ہی حکومت کے مختلف محکموں سے منظوریاں ہیں۔ اس لیے جب حکومت کارروائی کرتی ہے تو مسلمان واویلا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ واویلا کرنے کی بجائے انہیں اپنا احتساب کرنا چاہیے۔ مسلم لیڈران بھی چوں کہ عوام کے ''نمائندے'' ہیں۔ اس لیے وہ بھی عوام کے جذبات کے ترجمان بن جاتے ہیں۔

ملک کے معروف ترین تاریخ نویس اور دہلی یونیورسٹی کے پروفیسر ڈی این جھا نے ایک اہم تحقیقاتی کتاب لکھی Holy-Cow: Beef in Indian Dietary Traditions اس کتاب میں انہوں نے کئی حیرت انگیز انکشافات کیے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت پر ہندوتوا کارکنان کی جانب سے انہیں جان سے مارنے کی دھمکیاں بھی دی گئیں۔ کتاب میں مستند ذرائع سے بتایا گیا ہے کہ کیرلا کی ۷۲/ ہندو کمیونٹی کے لوگ شوق سے گائے کا گوشت کھاتے ہیں۔ کتاب میں اس الزام کی تردید کی گئی ہے کہ ہندوستان میں مسلم حکمرانوں نے گوشت کھانے کو رواج دیا ہے۔ ہندوستان میں اسلام آنے سے بہت قبل یہاں کے لوگوں کی غذا زیادہ تر گوشت ہی رہی ہے، بلکہ گوشت خوری ان کی شناخت تھی۔ کتاب میں ویدوں اور ہندوستان کی قدیم تاریخ کے تجزیہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہندوستان میں جب آریہ آئے تو وہ اپنے کھانے کے لیے جانور ہی ذبح کرتے تھے اور یہ اس وقت تک چلتا رہا، جب تک کھیتی باڑی کا رواج نہیں ہوگیا۔ کھیتی باڑی آنے کے بعد گوشت خوری ان میں پہلے کی بہ نسبت کم ہونے لگی۔ ہندوؤں کے قدیم ترین دیوتا اندرا پر بیل کا گوشت چڑھایا جاتا تھا اور اگنی دیوتا پر گائے کا گوشت چڑھایا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ ماروت اور اسون نامی دیوتاؤں کو بھی گائے کا گوشت چڑھایا جاتا تھا۔ ویدوں کے مطابق ۲۵۰/ قسم کے جانور ایسے تھے جن کے گوشت دیوی دیوتاؤں کے چڑھاوے کے لیے بہت اچھے سمجھے جاتے تھے۔ ہندوؤں کی مذہبی کتاب ''منواسمرتی'' میں بھی گوشت کھانے پر پابندی عائد نہیں کی گئی ہے۔ قدیم برہمنوں کی کتابوں میں بھی ایسا کچھ نہیں ملتا۔

آر ایس ایس کا یہ کہنا غلط ہے کہ اگر پابندی نہ لگائی گئی تو دودھ دینے والے جانور کم ہو جائیں گے۔ سروے کے مطابق ہزاروں جانور روزانہ ذبح ہوتے ہیں، مگر پھر بھی ان کی تعداد بڑھ ہی رہی ہے۔ ۱۹۹۷ء میں بھینسوں کی تعداد ۱۸۹/ لاکھ ۶۹/ ہزار تھی جو ۲۰۱۲ء میں بڑھ کر ۷۰۳/ لاکھ ۵۲/ ہزار ہوگئی۔ اسی طرح گائے پہلے ۱۴۱/ لاکھ ۹/ ہزار تھی، لیکن بعد میں ۵۲ ۷/ لاکھ ۱۱/ ہزار ہوگئی- ہماچل پردیش کے بہت سارے مندروں میں آج بھی گائے کو ظالمانہ طریقے سے ذبح کیا جاتا ہے۔ انڈیا میں پہلا باقاعدہ سلاٹر ہاؤس کسی مسلمان نے نہیں، بلکہ بنگال کے گورنر روبرٹ کلائیو نے ۱۷۶۰ء میں کلکتہ میں بنوایا تھا۔ یہاں ۳۰/ ہزار جانور روزانہ ذبح ہوتے تھے۔ اس کے بعد مدراس اور ممبئی نیز ملک کے دیگر علاقوں میں ۱۹۱۰ء میں سلاٹر ہاؤس بنائے گئے۔ رجسٹرار جنرل آف انڈیا کی جانب سے جاری ایک رپورٹ کے مطابق گوشت خوری میں تلنگانہ کا پہلا نمبر ہے۔ یہاں 8.98 گوشت کھانے والے لوگ ہیں۔ اس کے بعد مغربی بنگال، آندھرا پردیش، اڑیسہ، کیرلہ، سکم اور میزوریم وہ ریاستیں ہیں جہاں لوگ سب سے زیادہ گوشت کھاتے ہیں۔

ان سب حقائق کو سامنے رکھیے اور اپنا جائزہ لیجیے کہ آخر آپ خود کو کیوں موردالزام ٹھہرا رہے ہیں؟ اور کیوں دفاع پر دفاع کرتے جا رہے ہیں؟ ردعمل پر آمادہ کیوں نہیں ہوتے۔ حکومت اگر پابندی لگانا چاہتی ہے تو شوق سے لگادے۔ مسلمانوں کا نقصان اس میں قطعی نہیں ہوگا۔ ہاں ان سلاٹر ہاؤسز میں زیادہ تر مسلمان ملازم ہیں، وہ ضرور کچھ دن کے لیے بے روزگار ہو جائیں گے، مگر کچھ دن بعد ان کے لیے راستہ نکل آئے گا۔ گوشت کے تاجر مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی قانونی کارروائی پوری کریں، بصورت دیگر ان پر اسی طرح کے حملے

ہوتے رہیں گے۔ ہمیں جب معلوم ہے کہ ہمارے سر پر ''دشمن'' مسلط ہے۔ وہ کوئی بھی بہانہ بنا کر ہم پر حملہ آور ہوسکتا ہے تو ہم کیوں اپنے گھر کو مضبوط نہیں بناتے، دشمن پر لعنت کیوں بھیجتے ہیں؟

شب برأت (نجات کی رات)

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی (جمشید پور)

محبوب کریم علیہ السلام نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان دنیا پر نزول فضل رحمت فرماتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی بخشش فرماتا ہے۔ (ترمذی وابن ماجہ حدیث ۱۳۸۵)

توضیح: بنی کلب عرب کا وہ قبیلہ تھا، جہاں بکریاں زیادہ پالی جاتی تھیں۔

اعلان خداوندی: بروایت حضرت علی، حضور اقدس علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس میں قیام کرو (نوافل پڑھو) اور دن کو روزہ رکھو، بے شک اللہ تعالیٰ اس رات (از راہِ شفقت) آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے (یعنی رحمت کے لحاظ سے اپنے بندوں کے قریب ہوتا ہے) اور غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک فرماتا ہے: ''اَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَلَهٗ ''- ہے کوئی طالب بخشش (معافی چاہنے، توبہ کرنے والا) جسے میں بخشش دوں۔ ''اَلَا مِنْ مُسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَهٗ ''- ہے کوئی طالبِ رزق جسے میں روزی دوں۔ ''اَلَا مِنْ مُّبْتَلِی فَاَعَافِیَه ''۔ کیا کوئی آفت (مصیبت زدہ) ہے، جسے میں عافیت عطا کردوں۔ ہے کوئی فلاح، حاجت وطلب والا (ابن ماجہ)

محروم و کم نصیب لوگ : بلاشبہ شب برأت (نجات کی رات) کو رحمت خداوندی وافر مقدار میں بندوں پر نازل ہوتی ہے اور گناہ گاروں کی بگڑی سنورتی ہے۔ لیکن چند ایسے افراد بھی ہیں جو بعض گناہوں کی وجہ سے اس رات کی برکات اور فضلِ خداوندی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ رشوت لینے والا، ظالم سپاہی، کاہن، لوگوں سے مال لے کر امرا کو دینے والا، لھوولعب کے لیے مزامیر رکھنے والا، مشرک، دنیاوی عداوت رکھنے والا، قطع رحمی کرنے والا، از راہِ تکبر کپڑا ٹخنے سے نیچے لٹکانے والا، والدین کا نافرمان، دائمی شرابی، جادو کرنے والا، بلا وجہ کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ سلام وکلام نہ کرنے والا، زنا کار، جاندار کی تصویر بنانے والا، جھوٹی قسم کھا کر مال بیچنے والا، بدعتی جس کے دل میں صحابہ کرام کا بغض ہو۔ (بیہقی، مسند امام احمد، شعب الایمان جلد ۳/ص ۳۸۳)

توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہوتا ھے : اللہ پاک ہمیشہ ہر قوم کے گناہ معاف کرنے والا ہے۔ کافروں کی توبہ کفر سے، مومنوں کی توبہ گناہوں سے۔ خیال رہے کہ گناہوں سے انکار کرنا بے حیائی اور ڈھٹائی ہے۔ گناہ کا اقرار کرنا اور نادم ہونا اچھی بات ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ شب برأت اور دیگر مقدس راتوں میں توبہ زیادہ قبول ہوتی ہے، لیکن گناہ کرنے کے بعد توبہ کو ان مقدس دنوں اور راتوں کے لیے اٹھا رکھنا بدترین جرم وشقاوت ہے۔ کیا معلوم ایسے دن اور ایسی راتیں آنے سے قبل ہی موت آجائے اور گناہوں کا بوجھ لے کر خدا کے حضور پیش ہونا پڑے۔

شب برأت اور دیگر مقدس راتوں کو عبادت کے لیے جاگنے والے حضرات نماز عشا اور نماز فجر باجماعت ادا کرنے کا خصوصی اہتمام کریں۔ اس رات زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھیں، قرآن کی تلاوت کریں، زیارتِ قبور کو جائیں، تمام مرحومین مومنین ومومنات کو ایصال ثواب کریں، کثرت سے توبہ کریں، آتش بازی خرافات سے بچیں، رات بھر گھوم پھر کر وقت برباد نہ کریں، مسلمان اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں۔ سنجیدگی سے اس رات کے فضائل وبرکات کو دامن میں سمیٹیں۔ اپنے اور تمام عالمِ اسلام کی بھلائی کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نیا کالم

باغ و بہار

مدارس اسلامیہ کے طلبا وطالبات اور اسکول وکالج کے اسٹوڈنٹس کی قلمی مشق وتربیت کے لیے یہ ایک مستقل کالم ہے۔اس کالم میں صرف مختصر مضامین{Short Articles} قبول کیے جائیں گے،جو عام فہم ہوں۔مضمون نگار اپنا نام،ولدیت،سکونت،تعلیم گاہ اور درجہ/کلاس کی تفصیل بھی درج کرے۔"باغ وبہار" کے مضامین اس ای میل پر بھیجیں۔(ادارہ) tariqueanwer313@gmail.com

غازی ممتاز قادری کیس پر ایک پاکستانی جج کا تبصرہ

مصباح المصطفٰی بن کمال ملک بھنور ضلع نوادہ (بہار) کلاس ہشتم: مانس پر بھا پبلک اسکول،ہسوا ضلع نوادہ (بہار)

پاکستان کے ایک جج نے غازی اہل سنت ملک ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ قتل اور پھانسی کی سزا پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ میرا موقف بھی یہی ہے کہ اگر کوئی شخص توہین رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتکب ہوتو اسے قانون کے حوالہ کیا جائے۔کوئی بھی شخص از خود سزا دینے کا اختیار نہیں رکھتا،لیکن ممتاز قادری کا کیس ایک مختلف انداز کا کیس ہے۔اس کی صورت حال یہ ہے کہ ایک شخص توہین رسالت کا ارتکاب کرتا ہے،اور اس کے خلاف رٹ داخل کی جاتی ہے،لیکن وہ رٹ خارج ہوجاتی ہے۔کیونکہ جب تک صدر اور گورنر اپنے عہدہ پر برقرار ہوں،تب تک ان پر مقدمہ دائر نہیں ہوسکتا۔ان عہدوں پر بحال رہنے کی وجہ سے انہیں قانونی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔پنجاب کے گورنر کے خلاف پنڈی میں رٹ داخل کی گئی تھی کہ گورنر کے خلاف مقدمہ درج کیا جائے،لیکن وہ رٹ خارج ہوگئی،کیونکہ گورنر،صدر،وزیر اعظم اور منسٹرس کو قانونی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔اب سلمان تاثیر کے خلاف قانون حرکت میں نہیں آسکتا۔اب دیکھیے کہ ایک آدمی پر قانونی کاروائی نہیں ہوسکتی اور اس نے جرم کردیا اور اس نے صرف جرم ہی نہیں کیا،بلکہ اس پر ڈٹا ہوا ہے۔دوسری طرف پورے ملک کے تمام مسالک کے علمانے متفقہ طور پر گورنر کو کافر قرار دیدیا جیسا کہ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت کے موقع پر قادیانی جماعت کے خلاف تمام علما متحد ہو گیے تھے۔جب بھٹو کے دور میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔سلمان تاثیر کی غلط بیان بازیوں پر بعض علمانے گورنر کے قتل کا بھی فتویٰ جاری کردیا۔

اب ایسا شخص جس کو قانونی تحفظ حاصل ہو،اس پر مقدمہ بھی نہیں ہوسکتا تو گورنر اس موقع پر قانون کے دائرہ سے باہر تھا اور اپنے پروگرام کو آگے بڑھاتا چلا جارہا تھا۔سلمان تاثیر اپنے مددگاروں کو اور میڈیا والوں کو اپنے ساتھ ملا رہا تھا۔وہ مسلسل یہ کام کرتے جارہا تھا،جس سے ہر ایک کا اشتعال بڑھ رہا تھا۔وہ کہا کرتا تھا کہ میں ایک مقدس کام کرنے جارہا ہوں،آؤ!اس میں میرا ساتھ دو۔وہ توہین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کو کالا قانون کہا کرتا تھا۔اسیر ریسٹورنٹ میں بھی یہی بات چیت ہورہی تھی۔اب یہ دیکھا جائے کہ ایک نوجوان جو بار بار تسلسل کے ساتھ یہ سب دیکھ رہا ہو۔یقیناً اس کا اشتعال بڑھتا چلا جائے گا۔اس کی ذہنی کیفیت بدلتی چلی جائے گی۔قتل سے پہلے بھی سلمان تاثیر کے باڈی گارڈ غازی ملک ممتاز حسین قادری نے اسیر ریسٹورنٹ میں سلمان تاثیر سے پوچھا کہ سر!یہ آپ کیا کررہے ہیں،ناموس رسالت کے قانون کے حوالے سے؟ سلمان تاثیر نے کہا کہ میں ٹھیک کررہا ہوں۔اسی کے ساتھ ایک اور جملہ کہا۔جج موصوف نے کہا کہ میں نعوذ باللہ وہ

لفظ اپنی زبان پر لانا نہیں چاہتا۔ جب ممتاز قادری نے گورنر کی زبان سے یہ بات سنی تو جذبات سے بے اختیار ہو گیا۔ اب دیکھیے کہ جب ملک کے وزیر داخلہ ڈاکٹر رحمان ملک جو ایک سیکولر شخص ہیں، وہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص میرے سامنے توہین رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کر کے دیکھے، میں بھی اسے قتل کر ڈالوں گا۔ تو پھر دوسروں کے بھی جذبات اسی طرح ہوتے ہیں۔ آپ اس وقت اس نوجوان کی کیفیت دیکھیں۔ جج نے کہا کہ اس وقت اگر میں ہوتا تو پتہ نہیں کہ میں بھی وہی کر گذرتا، جو ممتاز قادری نے کیا۔ اس وقت غور وفکر کا اتنا وقت نہیں ہوتا۔

جب کوئی کسی کو اپنی بیوی یا ماں کے ساتھ بدتمیزی کرتے دیکھتا ہے تو فوراً اسے قتل کر دیتا ہے۔ کسی کو اپنے باپ پر حملہ کرتے دیکھتا ہے تو دفاع میں اس کو قتل کر دیتا ہے۔ یہاں تو حال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق حدیث میں ہے۔ ’’لَایُوْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ‘‘۔ یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے باپ، اولاد اور سارے لوگوں سے زیادہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت نہ کرنے لگے۔

جج موصوف نے کہا کہ فوری اشتعال کے جو مقدمے ہوتے ہیں، ان میں کبھی پھانسی کی سزا نہیں دی جاتی، کیونکہ اس وقت انسان کو اپنے جذبات پر کنٹرول نہیں ہوتا۔ جج موصوف نے بیان کیا کہ سلمان تاثیر کے قتل کے بعد اس کے بیٹے اور بیٹی کا انٹرویو آیا تھا کہ میرے والد کا اگلا قدم قادیانیوں سے متعلق پاکستانی قانون تھا، جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے، اس میں بھی وہ تبدیلی چاہتے تھے۔ مجھے یورپ میں معلوم ہوا کہ سلمان تاثیر کی بیٹی نے یورپ میں قادیانیوں کے ایک پروگرام میں کہا کہ سلمان تاثیر توہین رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قانون کے بعد قادیانیوں سے متعلق قانون کے خلاف پاکستان میں کاروائی کرنے والا تھا۔ درحقیقت سلمان تاثیر کی تحریک کے پیچھے قادیانیوں کا ہاتھ تھا۔

سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین نے بہت پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین تھی، لیکن آج تک مسلمانوں کے درمیان رشدی ونسرین کی نفرت اسی طرح برقرار ہے۔ جج مذکور نے کہا کہ ممتاز قادری کے فیصلہ میں لکھا گیا ہے کہ گورنر نے نومبر میں توہین رسالت کا ارتکاب کیا تھا اور 04 / جنوری کو گورنر کا قتل ہوا۔ یہ اشتعال تو نومبر میں ہونا چاہئے تھا، لہٰذا یہ اشتعال فوری نہیں تھا۔ جج موصوف نے کہا کہ کورٹ نے یہ غلط لکھا ہے۔ جج مذکور نے کہا کہ یہ اشتعال پرسسٹینٹ {Persistent} ہے یعنی ہمیشہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ بے شمار اس کے نظائر ہیں، مثلاً اگر کسی نے کسی کے باپ کو قتل کر دیا تھا، جبکہ وہ چھوٹا بچہ تھا تو اگر قاتل دس/بیس سالوں بعد بھی اس بچے کے سامنے آئے گا تو اس کے جسم میں ایک انتقامی جذبہ دوڑ جائے گا اور وہ ایسی صورت میں مشتعل ہو کر کچھ بھی کر سکتا ہے۔

جج موصوف نے کہا کہ کورٹ میں ممتاز قادری کے خلاف دہشت گردی کا الزام بھی ثابت نہ ہو سکا، اور کورٹ نے خود بھی یہ الزام ثابت نہ مانا۔ جب ممتاز قادری کی حمایت میں ساری عوام سڑک پر اتر چکی تھی تو یہ ہرگز دہشت گرد نہیں ہو سکتا، بلکہ دہشت گرد وہ تھا، جو مارا گیا اور جس نے یہ فتنہ پھیلایا یعنی مقتول سلمان تاثیر۔ قرآن کریم میں ارشاد الٰہی ہے۔ ’’اَلْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ‘‘۔ یعنی فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں یا ملک پاکستان کے قانون کے مطابق بھی ممتاز قادری کو سزائے موت نہیں ہو سکتی۔

(www.noorulquran.com)

تندرستی ہزار نعمت ہے

محمد فیضان رضا بن منیف عالم رضوی، مرغیا چک سیتا مڑھی (بہار) کلاس ہشتم: کنکا انگلش میڈیم اسکول، بھدراوتی ضلع شیموگہ (کرناٹک)

(۱) بھنڈی کے فوائد: بھنڈی ہر گھر میں استعمال ہونے والی مرغوب غذا ہے۔ اس میں بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ بھنڈی میں فائبر

پایا جاتا ہے، جو ہڈیوں کو مضبوط کرتا ہے۔ یہ شوگر جیسی سخت بیماری سے بھی محفوظ رکھتی ہے۔ بھنڈی میں کیلشیم پایا جاتا ہے۔اس لیے یہ ہڈیوں کو قوت پہونچاتی ہے۔اس میں وٹامن سی بڑی مقدار میں موجود ہوتا ہے۔اس لیے یہ دمہ سے انسان کو محفوظ رکھتی ہے۔دس چھوٹی یعنی نوخیز کچی بھنڈی ایک ماہ تک کھائیں۔اس سے کمر درد اور جسمانی کمزوری دور ہوتی ہے۔

(۲) گوبھی کے فوائد: گوبھی ایک مشہور سبزی ہے۔گوبھی میں وٹامن سی کثیر مقدار میں موجود ہے۔اس میں فائیٹو کیمیکلز،اینٹی آکسیڈنٹس، وٹامن، کیروٹونوئیڈز، فائبر اور دیگر فینولک مرکبات دماغی امراض، کینسر، امراض قلب اور موٹاپے سے بچاتے ہیں۔گوبھی کے استعمال سے جسم کی جلن اور سوزش دور ہوتی ہے۔

(۳) اگر کسی کو رات کو نیند نہ آتی ہو تو وہ لہسن کا ایک جو (ایک سالم ٹکڑا) چھلکا سمیت تکیہ کے نیچے رکھ لے، ان شاء اللہ تعالیٰ اچھی نیند آئے گی۔

(۴) شوگر کے مریضوں کو چاہیے کہ وہ ہر صبح نہار منہ کلونجی کے چھ دانے کھا لیں، ان شاء اللہ تعالیٰ شوگر ختم ہو جائے گا۔اسی طرح زیتون کا تیل دو چمچہ سونے سے قبل اور دو چمچہ صبح نہار منہ کلی کیے بغیر پینے سے بھی شوگر ختم ہو جاتا ہے۔

(۵) چائے کے چمچہ برابر ناریل تیل منہ میں ڈال کر اچھی طرح گھمانے سے دانتوں کے داغ دھبے ختم ہو جاتے ہیں اور دانتوں کے بیکٹیریا سے بھی نجات مل جاتی ہے۔ناریل کے تیل کو پندرہ منٹ تک منہ میں گھماتے رہیں۔

(۶) املی میں فائبر کثیر مقدار میں پایا جاتا ہے۔اس وجہ سے املی کے استعمال سے آنتوں کو قوت ملتی ہے، اور ہاضمہ درست طریقے پر کام کرتا ہے۔اسی طرح املی کا استعمال پتے کے تمام امراض کو بھی دور کرتا ہے۔جنوبی ہند میں سالن، دال وغیرہ میں املی کا استعمال عام ہے۔

(۷) ہری مرچ میں وٹامن سی کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔وٹامن سی کی وجہ سے جلد (چمڑا) تروتازہ رہتی ہے۔ ہری مرچ میں وٹامن اے بھی ہے۔وٹامن اے آنکھوں کی بینائی کے لیے مفید ہے۔اسی طرح ہری مرچ میں وٹامن بی ۶ (B 6)، کاپر، پوٹاشیم، آئرن، کاربوہائیڈریٹ اور پروٹین بھی پائی جاتی ہے۔ ہری مرچ میں موجود تمام چیزیں انسانی صحت کے لیے فائدہ مند ہیں۔

(۸) براؤن یا کالا گڑ کیمیکل سے پاک ہوتا ہے۔کھانے کے بعد تھوڑا سا گڑ کھانا چاہیے۔گڑ سے پیٹ کی بیماریاں، معدہ کی جلن، تیزابیت، جسمانی کمزوری اور سر درد دور ہوتا ہے۔گڑ میں کیلشیم اور فاسفورس ہونے کی وجہ سے یہ ہماری ہڈیوں کو مضبوط کرتا ہے۔گڑ میں آئرن بھی پایا جاتا ہے۔اس لیے اگر کسی کو خون کی کمی ہو تو گڑ کا استعمال کرے۔گڑ سے خون بھی صاف ہو جاتا ہے۔

(۹) ایک گلاس ہلکے گرم پانی میں لیموں نچوڑ کر صبح نہار منہ پی لیں۔اس سے بہت فائدے حاصل ہوں گے، مثلاً معدہ کی جلن اور تیزابیت کا ختم ہونا، ورزش کے بعد پٹھوں میں ہونے والے درد سے نجات، مثانہ کی تکلیف سے نجات، جسم کی کیلوں اور جھائیوں کا ختم ہونا، جوڑوں اور گھٹیا کے درد کا ختم ہونا، وغیرہ۔

(۱۰) انار کا جوس خون کی کمی اور جسمانی کمزوری کو دور کرتا ہے۔کم از کم ایک ہفتہ میں دو بار انار کا جوس ضرور پینا چاہئے۔

نماز کے سائنسی فوائد

محمد ناظم بن عبدالرحیم، قدم گاچھی ضلع اتر دیناجپور (بنگال) درجہ حفظ: جامعہ حضرت بلال ٹائنری روڈ (بنگلور)

نماز میں روحانی فوائد کے علاوہ طبی فوائد بھی ہیں۔اسی طرح وضو میں بھی بہت سے طبی فوائد ہیں۔نماز میں قیام کی حالت میں کھڑے

ہونے سے کمر، گھٹنے اور ایڑیوں کا درد ختم ہو جاتا ہے۔سیدھے کھڑے ہو کر پھر رکوع کرنا گھٹنوں کے لیے بہت مفید ہے، خاص کر فجر کے وقت رکوع کرنا زیادہ فائدہ مند ہے۔رکوع کی حالت میں اپنے ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑ کر جھکا جاتا ہے۔رکوع سے انسانی جسم کی کلائیوں، کندھوں ،اور کمر کی لچک میں اضافہ ہوتا ہے، اور رکوع سے ریڑھ کی ہڈی کے نچلے مہروں کے درد، کمر درد اور کلائیوں کا درد بھی دور ہوتا ہے۔سجدہ میں سر کو زمین پر رکھا جاتا ہے۔اپنی پیشانی کو نیچے جھکانے سے دوران خون بہتر ہوتا ہے، اور دماغ کی طرف خون کی روانی تیز ہو جاتی ہے جو انسان کو فالج کے خطرہ سے بچاتی ہے۔انسانی پٹھوں اور جوڑوں کو بھی خون کی روانی اچھی حاصل ہو جاتی ہے جو ریڑھ کی ہڈی کے درد کو دور کرتا ہے۔قعدہ میں پاؤں کو اپنے جسم کے نیچے رکھ کر بیٹھنا انسان کو سکون دیتا ہے، اور اس سے کمر اور گھٹنے کا درد ختم ہو جاتا ہے۔سلام میں سر کو دائیں اور بائیں گھمانا ریڑھ کی ہڈی کے مہروں کے لیے ایک بہترین ورزش ہے۔اس سے گردن مضبوط ہوتی ہے، اور ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ گردن کے جوڑوں میں خون کی روانی بڑھ جاتی ہے، جو انسانی صحت کے لیے بہت فائدہ بخش ہے۔

اس طرح یہ عبادت روحانی فوائد کے ساتھ جسمانی فوائد سے بھی مالا مال ہے۔اسی طرح بہت سے جسمانی فوائد روزہ میں بھی ہیں۔بظاہر ایسا لگتا ہے کہ انسان بھوک و پیاس برداشت کر کے کمزور ہو سکتا ہے۔حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ روحانی فوائد کے ساتھ بہت سے جسمانی فوائد بھی روزہ میں ہیں۔

فری میسنری کیا ہے؟

محمد سمیع اختر بن کمال ملک بھنور ضلع نوادہ (بہار) کلاس چہارم: گیان بھارتی پبلک اسکول، ہسوا ضلع نوادہ (بہار)

فری میسنری {Freemasonry} یہودیوں کی سب سے بڑی اور خفیہ عالمی تنظیم ہے۔اس کے ارکان مختلف مذاہب کے ماننے والے ہوتے ہیں۔اس تنظیم کے ممبر کو فری میسن {Freemason} کہا جاتا ہے۔درحقیقت اس گروپ میں شامل لوگ کسی مذہب کو نہیں مانتے۔انہیں شیطان کا ماننے والا بھی کہا جاتا ہے۔یہ لوگ شیطان پر یقین بھی رکھتے ہیں۔اس تحریک میں شامل لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ لوگ کچھ ایسی چیزیں جانتے ہیں، جن کو دنیا والے نہیں جانتے۔اس تحریک کے مراکز دنیا کے تمام ممالک میں موجود ہیں۔اس کے مرکز کو ''لاج'' کہا جاتا ہے۔پاکستان میں بھی اس تحریک کے لاج موجود تھے۔جن کو لوگ جادو گھر کہا کرتے تھے۔

اس تحریک کے ممبران پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔صرف امریکا میں فری میسنری کے ممبروں کی تعداد اسی لاکھ سے زیادہ ہے۔یہ تنظیم دنیا کے مختلف علاقوں میں یہودیوں کی مفادات کے لیے طرح طرح کی تخریب کاری کرتی رہتی ہے۔یہ تحریک یہودیت کے علاوہ دیگر تمام مذاہب کا نام ونشان مٹا دینا چاہتی ہے۔یہ لوگ مختلف محکمہ جات میں اپنے ممبران کو داخل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔یہودی سازشوں کو پروان چڑھانا، اس کے لیے ماحول سازی کرنا، دیگر اہل مذاہب کے پیروکاروں میں اخلاقی و عملی بدکرداری پیدا کرنے کی کوشش کرنی وغیرہ اس کے اہم مقاصد میں سے ہیں۔

یہودیوں نے عیسائی قوم کو اپنی مٹھی میں کر لیا ہے۔اسی طرح دیگر مختلف اہل مذاہب کو بھی اپنے فریب میں پھنسا لیا ہے۔یہودیوں کی فری میسنری کے علاوہ بھی متعدد تنظیمیں متحرک ہیں۔اسی طرح عیسائیوں اور دیگر اقوام کی تنظیمیں بھی عالمی پیمانے پر حرکت میں ہیں۔یہ تمام مسلمانوں کے دشمن ہیں۔اسلام کے بالمقابل یہ تمام متحد ہو جاتے ہیں۔گذشتہ چند سالوں میں مذہب اسلام اور مسلمانوں پر طرح طرح کے الزامات عائد کیے گیے۔عراق، افغانستان، لیبیا، شام، یمن، برمالینڈ وغیرہ ممالک میں جو مسلمانوں کو کچلنے کی منظّم کوششیں ہو رہی ہیں، اس میں نہ جانے کتنی غیر مسلم تنظیموں اور تحریکوں کا ہاتھ ہے۔بس اللہ تعالیٰ ہی ہمارا محافظ و نگہبان ہے۔

آیات قرآنیہ کے اثرات

صبیحہ نوری بنت منیف عالم رضوی، مرغیا چک سیتامڑھی (بہار) کلاس نہم: سنچیما گرل اسکول، بھدراوتی ضلع شیموگہ (کرناٹک)

ایک عرب مسلمان لڑکی لندن میں زیر تعلیم تھی۔ وہ ایک دن اپنی سہیلی کے یہاں کسی تقریب میں گئی۔ کوشش کے باوجود وہ وہاں سے جلد نہ نکل سکی۔ جب وہ اس فنکشن سے فارغ ہو کر نکلی تو رات کافی ہو چکی تھی۔ اس کا گھر دور تھا، گھر جلد پہونچنے کے لیے اس نے میٹرو ریلوے سے سفر کا ارادہ کیا، کیونکہ بس میں ٹائم زیادہ لگتا تھا۔ وہ ٹرین سے سفر کرنے میں کچھ خوف بھی محسوس کر رہی تھی، کیونکہ برطانیہ میں اکثر رات کے وقت ٹرینوں اور اسٹیشنوں پر جرائم پیشہ اور نشہ میں دھت افراد رہتے ہیں۔ آئے دن ٹی وی چینلز اور اخبارات میں یہاں ہونے والی واردات کا تذکرہ موجود رہتا ہے۔ چونکہ رات کافی ہو چکی تھی اور بس کے ذریعہ جانے میں وقت زیادہ لگتا تھا، اس لیے اس لڑکی نے خدشات و خطرات کے باوجود ٹرین سے جانے کا فیصلہ کر لیا۔

یہ کوئی دیندار لڑکی نہیں تھی، بلکہ ایک آزاد خیال اور لبرل لڑکی تھی۔ جب وہ اسٹیشن پہنچی تو یہ دیکھ کر خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ اسٹیشن بالکل سنسان ہے اور وہاں ایک شخص کھڑا ہے جو شکل وصورت سے ہی جرائم پیشہ لگتا تھا۔ یہ لڑکی بہت خوفزدہ ہو گئی، لیکن ہمت باندھ کر آگے بڑھی اور قرآن مجید کی جو آیتیں اسے یاد تھیں، اسے پڑھنے لگی۔ اسی درمیان ٹرین آئی، اور وہ سوار ہو کر بخیر وعافیت گھر پہنچ گئی۔ اگلے دن کا اخبار دیکھ کر وہ لڑکی چونک اٹھی۔ اخبار میں لکھا تھا کہ اس کی روانگی کے کچھ دیر بعد ہی اسی اسٹیشن پر ایک عورت کا قتل ہوا، اور قاتل گرفتار ہو گیا ہے۔ وہ لڑکی قاتل سے ملنے پولیس اسٹیشن گئی۔ پولیس والوں کو اس لڑکی نے بتایا کہ قتل کے حادثہ سے کچھ دیر قبل وہ بھی اسی اسٹیشن پر موجود تھی، اور وہ قاتل سے کچھ پوچھنا چاہتی ہے۔ جب پولیس والے اس لڑکی کو قاتل کے پاس لے گئے تو لڑکی نے قاتل سے دریافت کیا: تم مجھے پہچانتے ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں، تم بھی کل رات اس اسٹیشن پر آئی تھی۔ عربین لڑکی نے سوال کیا کہ تم نے مجھے کیوں قتل نہ کیا؟ مجرم نے جواب دیا کہ تمہارے پیچھے دو طاقتور محافظ تھے، اسی لیے میں نے تمہیں قتل نہ کیا۔ یہ سن کر لڑکی کو یقین ہو گیا کہ قرآنی آیات کے ورد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا انتظام فرما دیا۔ یہ جان کر اس لڑکی کا باطن بدل گیا اور وہ لڑکی اسلامی طرز پر زندگی گذارنے لگی۔ اس واقعہ سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اس طرح مدد فرماتا ہے کہ بندوں کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ نیک وبد جو بندہ بھی رب تعالیٰ سے مدد ونصرت طلب کرتا ہے، رب تعالیٰ اس بندہ کی مدد فرماتا ہے۔ ہمیں دنیا سے ایک نہ ایک دن جانا ہے، اس لیے اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے فرمان کے مطابق زندگی گذارنی چاہیے، تاکہ دنیا وآخرت کی بھلائیاں ہمیں میسر ہو سکیں۔

سلاطین ہند کی مدت حکومت

سدرہ فاطمہ بنت عطاء المصطفیٰ عالم شمسی (توپسیا، کلکتہ) کلاس پنجم: البینی ہال پبلک اسکول (بنیا پوکھر، کلکتہ)

ہندوستان میں مسلمانوں نے کل گیارہ سو سینتالیس (1147) سال تک حکومت کی۔ ہند کے مسلم بادشاہوں نے صرف اپنی بادشاہت کو مضبوط کرنے کی کوشش کی۔ اگر تبلیغ اسلام کی کوشش کی جاتی تو دیگر اسلامی ملکوں کی طرح یہاں بھی مسلمانوں کی کثرت ہوتی۔ ذیل میں مسلم حکمرانوں کی مدت حکومت تحریر کی جاتی ہے۔

(۱) امیر ناصر الدین سبکتگین، مدت حکومت: ۹۸۴ء تا ۹۹۷ء (۱۳/سال) (۲) سلطان محمود غزنوی، مدت حکومت: ۹۹۷ء تا ۱۰۳۰ء (۳۲/سال) (۳) سلطان شہاب الدین غوری، مدت حکومت: ۱۱۷۵ء تا ۱۲۰۶ء (۳۱/سال) (۴) سلطان قطب الدین ایبک

،مدت حکومت: ۱۲۰۶ء تا ۱۲۱۰ء(۴/سال)(۵) سلطان شمس الدین التمش، مدت حکومت: ۱۲۱۱ء تا ۱۲۳۵ء(۲۴/سال)(۶) رضیہ سلطانہ بنت سلطان شمس الدین التمش، مدت حکومت: ۱۲۳۶ء تا ۱۲۴۶ء(۱۰/سال)(۷) سلطان ناصر الدین محمود، مدت حکومت: ۱۲۴۶ء تا ۱۲۶۶ء (۲۰/سال)(۸) سلطان غیاث الدین بلبن، مدت حکومت: ۱۲۶۶ء تا ۱۲۸۷ء (۲۱/سال)(۹) سلطان جلال الدین خلجی، مدت حکومت: ۱۲۹۰ء تا ۱۲۹۶ء(۶/سال)(۱۰) سلطان علاء الدین خلجی، مدت حکومت: ۱۲۹۶ء تا ۱۳۱۶ء (۲۰/سال)(۱۱) سلطان غیاث الدین تغلق ،مدت حکومت: ۱۳۲۱ء تا ۱۳۲۵ء (۴/ سال)(۱۲) سلطان محمد شاہ تغلق ،مدت حکومت: ۱۳۲۵ء تا ۱۳۵۲ء (۲۷/سال)(۱۳) سلطان فیروز شاہ تغلق ،مدت حکومت: ۱۳۵۲ء تا ۱۳۸۷ء (۳۵/سال) (۱۴) سلطان خضر خاں ،مدت حکومت: ۱۴۱۴ء تا ۱۴۲۱ء(۷/سال)(۱۵) سلطان مبارک شاہ، مدت حکومت: ۱۴۲۱ء تا ۱۴۳۴ء(۱۳/سال)(۱۶) سلطان محمد شاہ، مدت حکومت: ۱۴۳۴ء تا ۱۴۴۵ء(۱۱/سال)(۱۷) سلطان عالم شاہ، مدت حکومت: ۱۴۴۵ء تا ۱۴۵۱ء(۶/سال)(۱۸) سلطان بہلول لودھی، مدت حکومت: ۱۴۵۱ء تا ۱۴۸۸ء (۳۷/ سال) (۱۹) سلطان سکندر لودھی ،مدت حکومت: ۱۴۸۸ء تا ۱۵۱۷ء (۲۹/سال)(۲۰) سلطان ابراہیم لودھی ،مدت حکومت: ۱۵۱۷ء تا ۱۵۲۶ء (۹/سال)(۲۱) سلطان ظہیر الدین بابر، مدت حکومت: ۱۵۲۶ء تا ۱۵۳۰ء (۴/سال)(۲۲) سلطان ہمایوں ،مدت حکومت: ۱۵۳۰ء تا ۱۵۴۰ء(۱۰/سال،دوراول)(۲۳) سلطان شیر شاہ سوری ،مدت حکومت: ۱۵۴۰ء تا ۱۵۴۵ء (۵/سال)(۲۴) سلطان اسلام شاہ سوری، مدت حکومت: ۱۵۴۵ء تا ۱۵۵۳ء(۸/سال)(۲۵) سلطان فیروز شاہ سوری ،مدت حکومت: ۱۵۵۳ء(۲۶) سلطان محمد شاہ عادل، مدت حکومت: ۱۵۵۳ء(۲۷) سلطان ابراہیم شاہ سوری ،مدت حکومت: ۱۵۵۳ء تا ۱۵۵۵ء(۳/سال)(۲۸) سلطان سکندر شاہ سوری ،مدت حکومت: ۱۵۵۵ء(۲۹) سلطان عادل شاہ سوری ،مدت حکومت: ۱۵۵۵ء(۲۲) سلطان ہمایوں، مدت حکومت: ۱۵۵۵ء تا ۱۵۵۶ء(۱/سال، دوردوم) (۳۰) سلطان جلال الدین محمد اکبر، مدت حکومت: ۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء (۴۹/سال)(۳۱) سلطان نورالدین نورالدین جہانگیر ،مدت حکومت: ۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء (۲۲/ سال)(۳۲) سلطان شاہ جہاں، مدت حکومت: ۱۶۲۷ء تا ۱۶۵۸ء (۳۱/ سال)(۳۳) سلطان اورنگ زیب عالمگیر غازی ،مدت حکومت: ۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء (۴۹/ سال)(۳۴) سلطان محمد احمد شاہ ،مدت حکومت: ۱۴/ مارچ ۱۷۰۷ء تا ۸/ جون ۱۷۰۷ء(۳۵) سلطان بہادر شاہ اول، مدت حکومت: ۱۷۰۷ء تا ۱۷۱۲ء (۵/سال)(۳۶) سلطان جہاندار شاہ ،مدت حکومت: ۱۷۱۲ء تا ۱۷۱۳ء(۱/سال)(۳۷) سلطان فرخ شیر، مدت حکومت: ۱۷۱۳ء تا ۱۷۱۹ء(۶/سال)(۳۸) سلطان رفیع الدرجت ،مدت حکومت: ۲۸/فروری ۱۷۱۹ء تا ۶/ جون ۱۷۱۹ء(۳۹) سلطان شاہ جہاں دوم، مدت حکومت: ۶/ جون ۱۷۱۹ء تا ۱۹/ستمبر ۱۷۱۹ء(۴۰) سلطان محمد شاہ، مدت حکومت: ۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء(۲۹/سال)(۴۱) سلطان احمد شاہ، مدت حکومت: ۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء(۶/ سال)(۴۲) سلطان عالمگیر دوم، مدت حکومت: ۱۷۵۴ء تا ۱۷۵۹ء (۵/سال)(۴۳) سلطان شاہ عالم، مدت حکومت: ۱۷۵۹ء تا ۱۸۰۶ء (۴۷/سال)(۴۴) سلطان جہاں شاہ، مدت حکومت: ۳۱/ جولائی ۱۷۸۸ء تا ۱۶/ اکتوبر ۱۷۸۸ء(۴۵) سلطان اکبر دوم، مدت حکومت: ۱۸۰۶ء تا ۱۸۳۷ء(۳۱/سال)(۴۶) سلطان بہادر شاہ ظفر، مدت حکومت: ۱۸۳۷ء تا ۱۸۵۷ء(۲۰/سال ۴۲/ دن)

یہ سال ۹۸۴ء سے ۱۸۵۷ء تک کی اسلامی حکومت کی تفصیل ہے۔اس حساب سے مسلم حکومت کی مدت ۸۷۳/سال ہوتی ہے۔فاتح سندھ محمد بن قاسم سال ۷۱۰ء میں ہند آئے تھے اور یہاں اسی وقت اسلامی حکومت قائم ہوگئی تھی۔ ۷۱۰ء سے ۱۸۵۷ء تک قریباً ۱۱۴۷/سال ہوتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک یعنی نوے سال ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ رہا، پھر ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو ملک آزاد ہوا۔اب ۷۰/سالوں سے ملک ہند میں جمہوری حکومت ہے۔اور مسلمانوں کی حالت روز بروز خراب ہوتی جارہی ہے۔قومی قائدین کو غور وفکر کی ضرورت ہے۔

انعام یافتگان تحریری انعامی مقابلہ: سال ۲۰۱۶

ادارہ پیغام شریعت (دہلی)

اپریل ۲۰۱۷ء کے شمارہ میں تحریری انعامی مقابلہ: سال ۲۰۱۶ء کے نتائج پیش کیے جا چکے ہیں۔تحریری انعامی مقابلہ کے لیے درجہ اولیٰ تا درجات تخصص کو تین گروپ میں تقسیم کیا گیا تھا اور ہر گروپ میں اول، دوم وسوم پوزیشن حاصل کرنے والوں کے لیے انعامات کا اعلان تھا۔ شرکائے مسابقہ نے التفات کامل اور انتہائی شوق وذوق کے ساتھ خامہ فرسائی کی اور محصلہ ارقام مساوی ہونے کے سبب تینوں گروپ میں متعدد قلمکاران اول، دوم وسوم پوزیشن کے اہل{Qualified} قرار پائے۔اب اس صورت میں حقداران کے تعین کے لیے قرعہ اندازی کی ضرورت درپیش ہوئی۔چونکہ اکثر مستحق قلمکاران جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے وابستہ ہیں۔اس لیے ہماری گذارش پر تحریری انعامی مقابلہ: سال ۲۰۱۶ء کے نمائندگان مولانا غلام سرور اورنگ آبادی، مولانا ابو ہریرہ رضوی ودیگر احباب باغ فردوس، فاضل شہیر عالم کبیر استاذ عالی المراتب حضرت علامہ مسعود احمد برکاتی دام ظلہ العالی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ (یوپی) کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے، اور ممدوح گرامی کی نگرانی میں 4/اپریل ۲۰۱۷ء کو بعد نماز عصر قرعہ اندازی کی رسم سرانجام پائی۔قرعہ اندازی کے بعد استاذ گرامی کے دستخط کے ساتھ پوزیشن یافتگان کی جو لسٹ ہمیں دستیاب ہوئی، وہ مندرجہ ذیل ہے۔

پوزیشن یافتگان تحریری انعامی مقابلہ: سال ۲۰۱۶ء

پوزیشن اول: عطاء المصطفیٰ بن محمد تبارک حسین، ساکن چترا جھارکھنڈ، درجہ خامسہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ (یوپی)

پوزیشن دوم: محمد معین الدین بن محمد نذیر الدین، ساکن سیتامڑھی بہار، درجہ فضیلت، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ (یوپی)

پوزیشن سوم: محمد ابو ہریرہ رضوی بن محمد ظہور عالم، ساکن رام گڑھ جھارکھنڈ، درجہ سابعہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ (یوپی)

پوزیشن یافتگان گروپ (الف)

پوزیشن اول: محمد ابو ہریرہ رضوی بن محمد ظہور عالم، ساکن رام گڑھ جھارکھنڈ، درجہ سابعہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ (یوپی)

پوزیشن دوم: محمد معین الدین بن محمد نذیر الدین، ساکن سیتامڑھی بہار، درجہ فضیلت، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ (یوپی)

پوزیشن سوم: غلام محمد ہاشمی بن محمد ابوالکلام، ساکن اتر دیناجپور بنگال، تخصص فی الادب، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ (یوپی)

پوزیشن یافتگان گروپ (ب)

پوزیشن اول: عطاء المصطفیٰ بن محمد تبارک حسین، ساکن چترا جھارکھنڈ، درجہ خامسہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ (یوپی)

پوزیشن دوم: محمد وزیر بن محمد اسرافیل، ساکن بانکا بہار، درجہ سادسہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور مبارکپور اعظم گڈھ (یوپی)

پوزیشن سوم: محمد فیضان رضا بن محمد شمیم رضا، ساکن مظفر پور بہار، درجہ خامسہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ (یوپی)

پوزیشن یافتگان گروپ (ج)

پوزیشن اول: محمد شاہد رضا بن محمد نظام الدین، ساکن گڈا جھارکھنڈ، درجہ ثانیہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ (یوپی)

پوزیشن دوم: محمد دانش رضا بن محمد خالد حسین، ساکن بکاروجھارکھنڈ، درجہ ثانیہ، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو (یوپی)
پوزیشن سوم: محمد حسان بن مرتضیٰ حسین، ساکن سنت کبیر نگر یوپی، درجہ ثالثہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ (یوپی)

نمائندگان تحریری انعامی مقابلہ: سال ۲۰۱۶ء

(۱) محمد فیضان سرور، ساکن اورنگ آباد بہار، درجہ فضیلت، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ (یوپی)
(۲) شاداب احمد امجدی، ساکن مئو یوپی، درجہ تخصص فی الفقہ، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو (یوپی)

اطلاع

(۱) تمام قلمکاران {All Writers} میں اول، دوم وسوم پوزیشن حاصل کرنے والے مقالہ نگاروں کے نام دوسال کے لیے ماہنامہ ''پیغام شریعت'' بطور انعام جاری کیا جائے گا۔

(۲) گروپ الف، ب وج میں اول پوزیشن حاصل کرنے والوں کو فتاویٰ رضویہ (۳۰/جلدیں)، پوزیشن دوم حاصل کرنے والوں کو فتاویٰ شارح بخاری وفتاویٰ فقیہ ملت اور پوزیشن سوم حاصل کرنے والوں کو بہار شریعت مع فتاویٰ فیض الرسول دی جائے گی۔ اسی طرح ان 9/ مقالہ نگاروں کو ایک ایک ہزار روپے بطور انعام بھی دیئے جائیں گے۔

(۳) تمام قلم کاروں کو اعزازی سند دی جائے گی، اور وہ مقالہ نگاران جن کے مقالوں کا محصلہ نمبر 88/ یا اس سے زائد ہے، ان تمام کے نام ماہنامہ ''پیغام شریعت'' ایک سال کے لیے اعزازی طور پر جاری کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ماہ شوال سے میگزین جاری کردیا جائے گا۔

(۴) تحریری انعامی مقابلہ: سال ۲۰۱۶ء کے تمام کوآرڈی نیٹرس کو مدارج النبوۃ (مکمل) بطور تحفہ دی جائے گی۔

(۵) ان شاء اللہ تعالیٰ اسانید، انعامات ورقوم ماہ شوال میں مقالہ نگاران وانعام یافتگان کے نام بھیج دیئے جائیں گے۔

(۶) جن مقالوں کا محصلہ نمبر 85/ یا اس سے زائد ہے، میگزین میں ان مقالات کی طباعت کی امید ہے۔

(۷) ایک مقالہ کا نتیجہ اپریل ۲۰۱۷ء کے شمارہ میں تحریر نہ ہوسکا تھا، وہ درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	اسمائے مقالہ نگاران	سکونت	درجہ	تعلیمی ادارہ	موضوع کوڈ	محصلہ نمبر
82	شاداب احمد امجدی	مئو، یوپی	تخصص فی الفقہ	جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، یوپی	01	089

پیغامات وہدایات

ادارہ پیغام شریعت (دہلی)

(۱) ان شاء اللہ تعالیٰ اپریل ۲۰۱۷ء تا مارچ ۲۰۱۸ء ''باغ وبہار'' کے کالم میں جن قلمکاروں کے چھ مضامین شائع ہوں گے، انہیں ترغیبی انعامات دیئے جائیں گے۔ پھر ان مضمون نگاروں کے درمیان اول، دوم وسوم پوزیشن کا تعین قرعہ اندازی کے ذریعہ ہوگا اور انہیں انعامات دیئے جائیں گے۔ نتائج کا اعلان اپریل ۲۰۱۸ء کے شمارہ میں ہوگا۔ عوام مسلمین کے لیے فائدہ بخش موضوعات پر خامہ فرسائی کریں۔

(۲) قلمکاروں سے اطلاعاً عرض ہے کہ اگر کسی مضمون میں بدمذہبوں سے متعلق ترحم وترضی یا القاب تعظیمی کا استعمال ہوگیا ہوتو تصحیح {Correction} کے وقت وہ حذف کردیئے جائیں گے۔ اسی طرح از روئے شرع قابل گرفت عبارت بھی تبدیل کردی جائے گی۔

(۳) اصحاب لوح وقلم سے بصد ادب عرض ہے کہ ماہنامہ ''پیغام شریعت'' کے اجرا کا مقصد مختلف محاذوں پر قوم وملت کی صالح قیادت ورہنمائی ہے۔ بقیہ 54 پر

ماہ شعبان اور شب برات کی فضیلت

از: احمد رضا قادری امجدی

اللہ تعالیٰ کی فیاضی کا اندازہ کون کرسکتا ہے کہ مسلمان گناہ پر گناہ کیے جارہا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ مختلف طریقوں سے بندے کو اپنے قریب بلاتا ہے، اور مختلف نعمتوں سے نوازتا ہے۔ ان ہی نعمتوں میں ایک عظیم نعمت ''شعبان'' کا مہینہ بھی ہے جو ہم مسلمانوں کو ملا ہے، یہ کافی خیر و برکت اور نہایت عظمت والا مہینہ ہے، اس ماہ کی بابت حضور سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''شَعْبَانُ شَهْرِی وَرَمَضَان شَهْرُ اللّٰهِ، شَعْبَانُ الْمُطَهِّرُ وَرمضَانُ الْمُكَفِّرُ۔'' (المقاصد للسخاوی، ص: ۰۶۲، ابن عساکر نے تاریخ میں اور دیلمی نے فردوس میں نقل کیا ہے، ضعیف ہے۔)

یعنی شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، شعبان پاک کرنے والا ہے اور رمضان گناہوں کو مٹانے والا ہے۔

یہ وہ مقدس مہینہ ہے جو (نفلی) روزہ رکھنے کے لیے تمام مہینوں سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند اور محبوب ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''كَانَ اَحَبَّ الشُّهُورِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَصُومَهُ شَعْبَانُ ثُمَّ يَصِلُهُ بِرَمَضَان.'' (ابوداود، ج:۲، ص:۹۹۲-نسائی، ج:۴، ص:۹۹۱)

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مہینوں سے زیادہ شعبان کا روزہ رکھنا پسند تھا پھر اپنے اس روزے کو رمضان سے ملا دینا۔

''عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ الْغَازِ اَنَّهُ سَالَ عَائِشَةَ عَنْ صِيَامِ رَسُول اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ حَتَّى يَصِلَهُ بِرَمَضَانَ.'' حدیث صحیح (سنن ابن ماجہ، ج:۱، ص:۸۲۵)

حضرت ربیعہ بن غاز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کا روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ اسے رمضان سے ملا دیتے تھے۔

یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں تمام بندوں کے رزق کی تعیین ہوتی ہے، ان کے اعمال سے متعلق فیصلے ہوتے ہیں، ان پر راحت وسکون اور مصائب وآلام کی آمد کا پروگرام بنتا ہے اور موت و حیات کی میعاد مقرر ہوتی ہے۔ لہٰذا تمام مسلمان اس ماہ مبارک میں خدا کے حضور لو لگائیں، اچھے اور نیک کام کریں، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

''لَمْ اَرَكَ تَصُومُ شَهْرًا مِنَ الشُّهُورِ مَا تَصُومُ مِنْ شَعْبَانَ قَالَ ذَلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْاَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ فَأُحِبُّ اَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَاَنَا صَائِم.'' حدیث حسن (سنن نسائی، ج:۴، ص:۱۰۲)

یعنی میں نے آپ کو جتنا اس مہینے میں روزہ رکھتے ہوئے دیکھا ہے اتنا کسی اور مہینے کا روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا: کون سا مہینہ؟ میں نے کہا: شعبان، آپ نے فرمایا: رجب اور رمضان کے درمیان یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہیں اور یہ ایسا مہینہ ہے کہ جس میں لوگوں کے اعمال رب العالمین کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں تو مجھے یہ بات پسند ہے کہ جب میرا

عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتو میں روزہ سے رہوں۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

"عَنْ عَلِی بْنِ اَبِی طَالِب رَضِی اللّٰه عنه قَالَ:قالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ: اِذَا کَانَتْ لَیلَةُ النِّصفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَقُومُوا لَیلَها وَصُومُوا نَهارَها، فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَنْزِلُ فِیْها لِغُرُوبِ الشَّمسِ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیا، فَیَقُولُ:اَلا مُسْتَغْفِرٌ فَاَغْفِرَ لَہٗ؟ اَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَاَرْزُقَهٗ؟ اَلا مُبْتَلِیٌ فَاَعَافِیْهِ؟ اَلا کَذَا،حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ." حدیث ضعیف (ابن ماجہ، ج:۱،ص:۴۴۴)

یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب شعبان کی آدھی رات ہوجائے تو اس رات میں قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ سورج ڈوبنے کے وقت آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور فرماتا ہے، ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ میں اس کو بخش دوں، ہے کوئی روزی مانگنے والا کہ اسے روزی عطا کروں، ہے کوئی مصیبت میں مبتلا کہ اس کو عافیت دوں اور اس قسم کی ندائیں صبح ہونے تک آتی رہتی ہیں:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہ رو منزل ہی نہیں

مزید روایت ہے:

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ فَخَرَجْتُ فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِیعِ رَافِعٌ رَاْسَهُ إِلَی السَّمَاءِ فَقَالَ لِی اَکُنْتِ تَخَافِینَ اَنْ یَحِیفَ اللَّهُ عَلَیْکِ وَرَسُولُهُ قَالَتْ قُلْتُ ظَنَنْتُ اَنَّکَ اَتَیْتَ بَعْضَ نِسَائِکَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ یَنْزِلُ لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیَغْفِرُ لِاَکْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ کَلْبٍ." حدیث ضعیف (ابن ماجہ، ج:۱،ص:۴۴۴)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا تو انھیں تلاش کرنے کی غرض سے باہر نکلی، دیکھا تو آپ جنت البقیع میں تھے اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے، مجھے دیکھ کر آپ نے فرمایا: کیا تجھے یہ خوف تھا کہ کہیں اللہ اور اس کا رسول تجھ سے غضبناک نہ ہوجائیں؟ وہ بیان فرماتی ہیں: میں نے کہا مجھے گمان ہوا کہ آپ کہیں کسی دوسری اہل کے پاس تشریف لے گئے ہوں، تو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات میں آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کی تعداد سے زیادہ اپنے بندوں کی بخشش کرتا ہے۔

بنی کلب کی بکریوں کے بال کا تذکرہ کثرت تعداد بتانے کے لیے آیا ہے، کیونکہ عرب میں یہ قبیلہ بکریاں پالنے کے اعتبار سے تمام قبائل پر فوقیت رکھتا تھا اور جس طرح ان کی بکریوں کے بال کا شمار مشکل تھا بعینہ مغفرت شدہ بندوں کا شمار بھی ایک مشکل امر ہے۔

اس لیے چاہیے کہ جب شعبان کی پندرہویں رات آجائے تو ہر مسلمان اس میں قیام، یعنی رات میں نوافل پڑھے اور دن کا روزہ رکھے، کیونکہ جو شخص شب براءت میں عبادت کے لیے بیدار رہتا ہے اس کا دل کبھی مردہ نہیں ہوتا اور انسان تو انسان چرند و پرند بھی اس رات کی عبادت سے غافل نہیں ہوتے اور خدا کی یاد اور اس کی عبادت میں ہمہ تن گوش منہمک رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ چرند و پرند اور سمندری مچھلیاں بھی روزہ رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتہلیل میں لگی رہتی ہیں۔لیکن چند بد بخت ایسے بھی ہیں جن کی مغفرت اس مقدس رات میں نہیں ہوتی ہے جب تک کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ نہ کرلے:

"عَنْ اَبِی بَکْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللّٰه علیه وسلم: إِذَا کَانَ لَیْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ یَنْزِلُ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالَی إِلَی سَمَاءِ الدُّنْیَا فَیَغْفِرُ لِعِبَادِهِ إِلَّا مَا کَانَ مِنْ مُشْرِکٍ اَوْ مُشَاحِنٍ لاَخِیهِ." حسن صحیح (مسند البزاز، ج:۱،ص:۲۰۳)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور مشرک اور اپنے بھائیوں سے کینہ رکھنے والوں کے سوا تمام بندوں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:

''عَنْ مُعَاذِ بنِ جَبَلٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: یطَّلِعُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَی خَلْقِهِ لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِجَمِیعِ خَلْقِهِ إِلا لِمُشْرِكٍ اَوْ مُشَاحِنٍ.''حدیث حسن. (ابن ماجہ، ج:۱،ص:۴۴۵)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں اپنی خاص تجلی فرماتا ہے اور مشرک اور کینہ پرور کے سوا تمام مخلوقات کی مغفرت کرتا ہے۔

اولیائے کرام اور مشائخ عظام نے بھی شب براءت کے موقع پر نوافل کا اہتمام فرمایا ہے، جیسا کہ ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ: جو شخص پندرہویں شعبان کی رات میں سو رکعت نفل نماز پڑھے گا اور اس میں ہزار بار ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ '' ہر رکعت میں دس مرتبہ کے حساب سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی موت سے پہلے اس کے پاس سو فرشتوں کو بھیجے گا، تیس فرشتے اس کو جنت کی بشارت دیں گے اور تیس فرشتے اس کو جہنم سے بے خوفی کی خوشخبری دیں گے اور تیس فرشتے اس کو دنیاوی آفتوں اور گناہوں سے بچاتے رہیں گے اور باقی دس اس کو شیطان کے مکر سے بچاتے رہیں گے، اور محمد بن علی کی روایت میں ہے کہ اس کو اس کے دشمنوں کے مکر وفریب سے محفوظ رکھیں گے۔ (اخبار مکہ للفاکہانی، ج:۵،ص:۲۷)

خواجہ حسن علا سجزی علیہ الرحمہ نے فوائد الفواد، جلد اول کی ۳۷ ویں مجلس میں تحریر فرمایا ہے کہ:

''پھر یہ ذکر آیا کہ کیا نفل نمازوں کا جماعت سے پڑھنا کہیں آیا ہے؟ فرمایا کہ: ہاں! آیا ہے، بعض مشائخ اور گزشتہ بزرگوں نے نفل نماز باجماعت پڑھی ہے۔

پھر فرمایا کہ شب براءت کا موقع تھا، شیخ الاسلام شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے حکم دیا کہ اس رات جو نماز پڑھی جاتی ہے اُسے باجماعت پڑھو، اور تم امامت کرو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔''

اور فقہائے کرام نے بھی نفل نماز کی جماعت کو اسی وقت مکروہ قرار دیا ہے جب وہ تداعی کے ساتھ ہو یعنی دو ن تین آدمی جماعت سے پڑھیں تو حرج نہیں۔

ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شب براءت میں نوافل پڑھنا، خیر وبھلائی کی دعا کرنا، مردوں کے لیے ایصال ثواب اور قبرستان جا کر ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا سنت رسول ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام جنت البقیع تشریف لے جاتے اور وہاں جا کر مسلمان مردوں، عورتوں اور شہیدوں کے لیے مغفرت کی دعا فرماتے۔

از: احمد رضا قادری امجدی
مدرسہ فیض النبی ہزاری باغ جھارکھنڈ 825109

51 کا بقیہ:

اس لیے ملکی یا عالمی پیمانہ پر قوم وملت کے احوال وکوائف اور حوائج وضروریات کی تفتیش کر کے موضوع کا انتخاب کریں۔ ورنہ یہ میگزین اہل سنت وجماعت کے موجودہ ماہناموں میں محض ایک غیر مفید اضافہ ہو کر رہ جائے گا۔ مذہبی وغیر مذہبی ہر قسم کے نفع بخش مضامین قابل قبول ہوں گے۔ شرط صرف یہ ہے کہ میگزین میں شائع ہونے والا کوئی مفرد ومرکب شریعت مصطفویہ سے متصادم نہ ہو، نہ ہی مصلحت عرفیہ کے متخالف ہو۔ قلمکاروں کی سہولت کے لیے اپریل ۲۰۱۷ء کے شمارہ میں ساٹھ مجوزہ عناوین رقم کر دیئے گیے ہے۔

(۴) ادارہ پیغام شریعت کے اکاؤنٹ پر پندرہ سو روپے {1500} جمع کریں اور اپنے شہر وعلاقہ کی دس مساجد/ مدارس یا شخصیات کے نام ایک سال کے لیے ماہنامہ جاری کرائیں۔ ایڈریس انگلش میں پن کوڈ کے ساتھ ای میل یا واٹس ایپ پر بھیجیں۔

Indian Bank {Jasola Branch}: A/C
Name Paighameshariat
A/C No.6409744750 IFSC Code;
IDIB000J033
Mob. 9911062519 9916371192
Email. phaighameshariat@gmail.com

R.N.I. NO. DELURD/2015/65657
Publishing Date : 20
Same Month

Postal Registration DL (DG-11) 8085/2016-18
Total 56 Pages With Title Cover, Weight 95 grams
Posting Date : 21 & 22

Paigam E Shariat Monthly

Vol: - 02, Issue : 19 May - 2017

Owner, Publisher & Printer
Mohammad Qasim
Chief Editor
Faizanul Mustafa Qadri

Printed at : **M/s Ala Printing Press**
3636 Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006
Published from : H.No. 422, 2nd Floor, Gali Sarotey wali, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-110006